بخدمت میر محمد اسحاق صاحب ناظر
دار الانوار - قادیان
Qadian

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

فاروق
قادیان

پیشگی چندہ

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸-

جلد ۲۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۱-۲۸ نومبر ۱۹۳۶ء | نمبر ۳۱-۳۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

(۱) سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی طبیعت ایام زیر اشاعت میں بعارضہ کھانسی و آشوب چشم و خارش جسم - درد سر، پیچش وغیرہ مبتلا رہی مگر الحمد للہ کہ خدا کے فضل سے ۲۸ نومبر تک یہ سب شکائتیں رفع ہو چکی ہیں - لیکن ضعف و کمزوری بہت ہے - باایں علالت و نقاہت ۲۷ نومبر کا جمعہ حضور نے پڑھایا - اور خطبہ بھی فرمایا - جس میں تحریک جدید کے تیسرے سال کے لئے جماعت کو بیش از پیش قربانی کے لئے توجہ دلائی - بوجہ نقاہت حضور کی آواز حاضرین جامعہ مسجد تک نہ پہنچ سکتی تھی - اس لئے حضور نے چند احباب کو مقرر فرمایا کہ وہ تمام الفاظ جو حضور کی زبان مبارک سے صادر ہوں - دُہرائے جائیں تاکہ سب سُن لیں - چنانچہ مولوی ابو العطاء اللہ دتا صاحب جالندہری پہلے دُہراتے تھے - ان کے بعد مولوی ظہور حسین صاحب اور مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ اور مولوی محمد عبد اللہ صاحب اعجاز جو مختلف جہات میں کھڑے کئے گئے تھے دُہراتے جاتے تھے - جس کو سب مجمع نے اچھی طرح سُن لیا - احباب حضور کی صحت کامل اور درازیٔ عمر کیواسطے بہت اور درد دل سے دُعا کریں ۔

(۲) سیدۃ النساء حضرت ام المومنین مدظلہا کی طبیعت ۲۸ نومبر کو پہلے کی نسبت رو بصحت ہے - مگر بوجہ پیرانہ سالی کمزور ہیں - اور کوئی نہ کوئی تکلیف ہوتی رہتی ہے - احباب دعا صحت کامل کریں -

ماہ رمضان المبارک میں فاروق دو ہفتہ کا اکٹھا شائع ہوا کریگا - کیونکہ خاکسار کو بھی سب کام اخبار کا خود کرنا پڑتا ہے نہ کوئی چپڑاسی ہے نہ محرر نہ دفتری - سب کچھ ایڈیٹر سے لیکر ڈسپیچر تک میں خود ہی ہوں - جس کی وجہ احبا کی فاروق کے متعلق لاپرواہی اور عدم توجہی ہے - لہذا دوسرا پرچہ پھر دو ہفتہ بعد عید کے قریب پہونچیگا - (ایڈیٹر)

(۳) جن خریداران فاروق کا چندہ دسمبر ۱۹۳۶ء میں ختم ہوگا - وہ براہ مہربانی آیندہ سال کے لئے مطلع فرمادیں کہ اخبار جاری رکھنا چاہتے ہیں - یا بند کرنا - اگر بند کرنے میں وہ کوئی بہتری اور خوبی تصور فرماتے ہیں تو اطلاع دیں اور اگر کچھ بقایا ان کے ذمہ ہو تو وہ ادا کردیں -

(۴) جن احباب نے بار بار وی پی واپس کئے - وہ اور جن کے ذمہ چندہ سال یا ششماہی رواں کا واجب ہے وہ - اور جن کے اسماء گرامی فاروق کی کسی گزشتہ اشاعت میں معہ رقم واجب کے شائع ہو چکے ہیں - وہ براہ مہربانی اگر اس ماہ مبارک رمضان شریف میں عطاء کردیں تو ڈبل ثواب کے مستحق ہونگے - لہذا مجاہد فاروق کے مقروض اس ماہ مبارک میں تمام حقوق فاروق کے سالقہ و حال ادا کردیں - اور ثواب حاصل کریں -

تبادلہ صوبیدار ڈاکٹر ظفر حسن صاحب آئی - ڈی - ایس - ایم - آئی - ایم - ڈی کمبائینڈ انڈین ملٹری ہسپتال لنڈی کوتل سے کمبائینڈ انڈین ملٹری ہسپتال کوہاٹ تبدیل ہو گئے ہیں - آپ ماہ دسمبر میں کوہاٹ تشریف لے جائیں گے - احباب دعا فرماویں - کہ اللہ تعالیٰ ان کی تبدیلی اُن کے لئے اور سلسلہ عالیہ کے لئے بابرکت کرے ۔ آمین -

نوٹ :- یہ پرچہ ۳۰ نومبر کو چھپکر شائع ہُوا ہے (ایڈیٹر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ثنائی مشن

فتنہ ثنائیہ اور جملۂ انشائیہ

وکذالک جعلنا لکل نبیّ عدوًّا من المجرمین وکفٰی بربک ھادیًا ونصیرًا

اللہ تعالیٰ نے بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام (فداہ روحی) کی صداقت کے لئے بہت سے نشانات دکھائے سنریھم اٰیٰتنا فی الاٰفاق و فی انفسھم کے ماتحت عالم دنیا میں نشانات ظاہر ہوئے اور مخالف اور موافق لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار آیات فلق صبح کی طرح نمودار ہوئیں۔ فمنھم شقی و سعید۔ بعض سعادتمندوں نے اس سے فائدہ حاصل کیا۔ اور جناب الٰہی میں سرخرو ہوئے۔ مگر بعض بدبختان ازلی اپنی فطرتی شقاوت کی وجہ سے خسر الدنیا والاٰخرۃ کا مصداق بنے حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے بے شمار نشانوں میں سے ایک زندہ نشان ایک چلتی پھرتی آیت آج تک محفوظ ہے۔ اور وہ مولوی ثناءاللہ امرتسری کا وجود ہے۔ حضرت اقدسؑ نے مولوی ثناءاللہ کے ساتھ آخری فیصلہ کی ایک صورت پیش کی۔ کہ آؤ مرد میدان بنکر مباہلہ کرو۔ جو صادق ہے وہ کامیاب ہوگا۔ اور جو کاذب ہے وہ خدا کی ابدی لعنت کا وارث ہوگا۔ مگر مولوی ثناءاللہ کو اس کی جرأت نہ ہوئی۔ اور کیونکر ہوتی جبکہ فلن یتمنوہ ابدًا بما قدمت ایدیھم فرمان خداوندی ایسے ہی لوگوں کے متعلق موجود ہے۔

اب جبکہ حضرت اقدسؑ اپنے مولا کے بلاوے جاء وقتک الرحیل ثم الرحیل پر لبیک کہتے ہوئے اس سے جا ملے۔ تو اس بھاگے ہوئے شکار نے قلابازیاں لگانی شروع کیں۔ یہ کہکر کہ دیکھو میں بچ گیا۔ دیکھو میں بچ گیا۔ اپنی اس ڈھیل کا ڈھول ہر وقت پیٹنا شروع کیا۔ چنانچہ اہل حدیث مورخہ ۲ ر اکتوبر ۱۹۳۶ء میں اس کا یوں مظاہرہ کیا ہے۔ کہ "آخری فیصلہ آخرت میں کراؤ گے" کے ہیڈنگ کے ماتحت ایک مضمون لکھا ہے جس کا بیشتر حصہ تو بدزبانی اور ہیچو ما دیگرے نیست پر مشتمل ہے۔ اور تھوڑے حصہ میں اپنی ابلیسانہ چال کا اظہار کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے۔ کہ حضرت اقدسؑ کی یہ دعا کہ "اے میرے آقا میں تیرے ہی تقدس کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں۔ کہ مجھ میں اور ثناءاللہ میں سچا فیصلہ فرما الخ ایک جملہ انشائیہ ہے جو صدق و کذب اور حق و باطل سے موسوم نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کے برعکس حضرت مرزا صاحب نے اسی اشتہار آخری فیصلہ کے شروع میں یہ لکھ کر یستلونک (اصل میں یستنبؤنک ہے) احق ھو قل ای و ربی انہ لحق۔ جملہ انشائیہ کو حق کہا ہے حالانکہ یہ نحو اور منطق کی رو سے بالکل ناجائز ہے۔ اس لئے اول تو اس کی رو سے حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ علم نحو و منطق سے کورے ثابت ہوتے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ چونکہ مرزا صاحب کو اپنے صادق اور میرے کاذب ہونے کا یقین تھا۔ اس لئے یہ جملہ انشائیہ درحقیقت خبریہ ہے۔ پس حضرت مرزا صاحب کا فوت ہونا نعوذ باللہ ان کے کذب اور میرا زندہ رہنا میرے صدق کی دلیل ہے۔ (ملخص از اہلحدیث مذکورہ)

مذکورہ بالا تحریر میں مولوی صاحب نے حضرت اقدسؑ کے الہام یستلونک احق ھو قل ای و ربی انہ لحق کو جملہ انشائیہ سے متعلق قرار دیا ہے۔ اور الزام یہ دیا ہے کہ اس الہام میں جملہ انشائیہ کو جو حق و باطل سے موسوم نہیں ہو سکتا حق سے موسوم کیا گیا ہے جو کسی صورت میں درست نہیں۔ دوم یہ کہ یہی جملہ درحقیقت خبریہ ہے۔ اس لئے مرزا صاحب کے فوت ہو جانے اور میرے زندہ رہنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ نعوذ باللہ وہ کاذب اور میں صادق ہوں۔

اول الذکر اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت اقدسؑ نے الہام یستنبؤنک بطور اقتباس مضمون آخری فیصلہ پر لکھا ہے۔ جس کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ کہ اس مضمون کو جس کے انشائیہ جملے ہیں ان کو حق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے چونکہ یہ تمام کارروائی آپ اپنا صدق اور منجانب اللہ ہونا ثابت کرنے کے لئے کر رہے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے خیالات سے حضورؑ کو مطلع فرمایا۔ کہ وہ آپ کے صادق ہونے کے متعلق پوچھینگے اور پھر بتایا کہ کہہ دے ای و ربی انہ لحق۔ خدا کی قسم میرا منجانب اللہ ہونا حق ہے اور دوم یہ کہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ اس مضمون کے متعلق ہے۔ تو پھر مطلب کچھ بھی نہیں بنتا۔ کیونکہ اس وقت معنے یہ ہوں گے کہ تو خدا کی قسم کھا کر کہدے۔ کہ یہ مضمون ہے۔ یا سچ مچ یہ مضمون ہی ہے۔ یا یہ سچی بات ہے کہ یہ مضمون تیرا ہے۔ تو یہ معنے نہ منشاء خداوندی ہیں اور نہ حضرت اقدسؑ کے نزدیک صحیح ہیں۔ بلکہ صحیح یہی ہے کہ حضورؑ نے اپنے صدق پر حلفی قسم کھائی ہے۔

(سوئم) یہ کہ یہ الہام اس دعاء مباہلہ کے متعلق ہے ہی نہیں۔ کیونکہ اس مضمون میں حضرت اقدسؑ نے خود فرمایا "یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیشگوئی نہیں" (اہلحدیث ۲۶ ر اپریل ۱۹۰۷ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(چہارم) اور لطف یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی خود اقرار کیا ہے۔ کہ یہ مضمون الہام کی بناء پر شائع نہیں کیا۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:۔ (دوم) "یہ کہ اس مضمون کو بطور الہام کے شائع نہیں کیا۔" (اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۵) لیکن اب اپنی پہلی تحریر کا خلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ یہ مضمون بطور الہام کے شائع کیا ہے۔ سچ ہے ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق لکیلا یعلم بعد علم شیئا۔

(پنجم) یہ کہ حضرت اقدسؑ پر یہ اعتراض کرتے ہوئے مولوی ثناء اللہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پکڑا کہ انہیں ہوش بھی نہیں رہی۔ کہ میں جو اعتراض کر رہا ہوں۔ وہی خود مجھ پر الٹ پڑیگا۔ یعنے آگے جاکر خود لکھ دیا کہ "دوسری صورت یہ ہے۔ کہ یہ جملہ اقتباسیہ گو صورۃً انشائیہ ہے مگر حقیقۃً خبریہ ہی ..... اس انشائیہ کی تعبیر جملہ خبریہ سے ہو سکتی ہے"۔ (اہلحدیث ۲ اکتوبر صفحہ ۶)

قارئین کرام غور فرمائیں۔ کہ خود تو اس کو جملہ خبریہ سمجھتے ہیں (اگرچہ ایسا سمجھنا سخت غلطی اور جہالت ہے) مگر حضرت اقدسؑ پر اعتراض جڑ دیتے ہیں کہ انشاء کو خبریہ کہدیا۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

پس مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا۔ کہ الہام یستلونک احق ھو اس مضمون سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ آپ کے صدق سے متعلق ہے۔ تو اس پر یہ بنیاد کھڑی کرنا کہ جملہ انشائیہ کو صدق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور یہ علم نحو و منطق سے نابلد ہونے کی دلیل ہے۔ بناء فاسد علے الفاسد ہے۔ اور مولوی صاحب کی دہوکہ دہی ہے۔ جس کے وہ پرانے مشاق ہیں۔ جیسا کہ ان کے گھر کی شہادت ان کے متعلق یہ ہے۔ کہ "آپ دجل۔ فریب۔ عیاری۔ کذب و افترا غرض جائز و ناجائز ہر قسم کے ذرائع اور وسائل اختیار کر کے پوری کوشش کرتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح عوام کو مغالطہ دیکر .... اپنی دوکانداری کو قائم رکھیں" (فتنہ ثنائیہ مصنفہ عبدالعزیز

سکرٹری جمعیت مرکزیہ اہلحدیث ہند صفحہ ۱۵)

مولوی صاحب کے دوسرے اعتراض کا کہ یہ دراصل جملہ خبریہ ہے اس لئے مرزا صاحبؑ کا فوت ہو جانا نعوذ باللہ آپ کے کذب کی دلیل ہے۔ جواب دینے سے قبل جملہ انشائیہ اور خبریہ کی کچھ تفصیل دینی قارئین کرام کے لئے فائدہ سے خالی نہ ہوگی۔ علم نحو۔ بلاغت و معانی اور منطق والے جملہ۔ کلام یا مرکب تام کی ان کے مفہوم کے لحاظ سے دو قسمیں کرتے ہیں۔ اول خبر۔ دوم انشاء۔ خبر یا جملہ خبریہ وہ ہے۔ جس پر صدق و کذب کا اطلاق ہو سکے۔ یعنی اس کے قائل کو کہہ سکیں۔ کہ اس خبر دینے میں وہ صادق ہے یا کاذب۔ جیسے کوئی کہے کہ فلاں جگہ فساد ہو گیا۔ تو ہم اس کے قائل کو کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس قول میں وہ صادق ہے یا کاذب۔ اور انشاء یا جملہ انشائیہ وہ ہے جس پر صدق و کذب کا اطلاق نہ ہو۔ یعنے اس کے قائل کو اس قول میں صادق یا کاذب نہ کہہ سکیں۔ جیسے کہ کوئی کہے الٰہی تو مجھے سیدھا راستہ دکھا۔ تو یہ چونکہ خبر نہیں بلکہ ایک دعا ہے ہم اس کے قائل کو اس قول میں صادق یا کاذب نہیں کہہ سکتے۔ انشاء کی آگے کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً امر۔ نہی۔ تمنی۔ ترجی۔ عقود۔ قسم۔ تعجب۔ ندا۔ عرض۔ استفہام۔ دعا وغیرہ۔ مذکورہ بالا تعریف سے ہر اہل علم واقف ہے۔ مجھے کسی کتاب کی سند پیش کرنے کی ضرورت نہیں اس بناء پر حضرت اقدسؑ کی دعا انشائیہ قرار پاتی ہے۔ جملہ خبریہ نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس مولوی ثناء اللہ نے جملہ انشائیہ کو "حقیقۃً" خبریہ کہا ہے۔ جو بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اول تو جملہ انشائیہ کے حقیقی مفہوم کو خبریہ کہنے کے لئے کسی قرینہ کی ضرورت ہے۔ اور اگر بالفرض کوئی قرینہ صارفہ انشاء کو خبر بنانے کا مل بھی جائے تو جملہ انشائیہ مجازاً خبریہ بن جائے گا۔ مگر اسے حقیقۃً خبریہ کہنا اعلیٰ درجہ کی حماقت ہوگی۔ جیسا کہ مولوی صاحب نے کہا ہے۔

دوم یہ کہ خبر اور انشا جملہ کی قسمیں ہیں اور جملہ مقسم ہے اور خبر اور انشاء آپس میں ایک دوسرے کے قسیم ہیں۔ اور تمام علماء اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ دو قسیم آپس میں جمع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان میں تبائن کی نسبت پائی جاتی ہے۔ مگر مولوی صاحب نے انشاء کو خبر کہکر خود اپنی علمیت کی پردہ دری کی ہے سچ ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

ہمارا چیلنج ہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب انشاء اور خبر کو آپس میں قسیم ہونے کے علاوہ کچھ اور ثابت کر دکھائیں۔ اور ان میں نسبت تبائن کی تردید کر دیں۔ تو ہم سمجھ لیں گے۔ کہ مولوی صاحب کا یہ استدلال صحیح ہی اور علمی تحقیق پر مبنی ہے۔ ورنہ ان کا ایک مکروہ فعل پُر از جہالت ہوگا۔

(سوم) یہ کہ مولوی صاحب نے انشاء کو خبر کہنے کا جو قرینہ پیش کیا ہے۔ کہ حضرت اقدسؑ اپنے آپکو صادق سمجھتے تھے۔ اور ثناء اللہ کو کاذب۔ اس لئے یہ دعا جو انشائیہ ہے خبریہ ہوگی۔ یہ بھی غلط ہے کیونکہ کسی شخص کا اپنی نسبت کچھ گمان رکھنا اس کا اصطلاح نحو یا منطق پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام ہر نماز میں اھدنا الصراط المستقیم پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ نحوی اور منطقی اصطلاح میں انشاء ہے۔ کیا کوئی شخص اسی تاویل سے اسے خبر کہہ سکتا ہے۔ کہ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی دعا کی قبولیت کا یقین تھا۔ اور ادعونی استجب لکم کے ماتحت صحابہ بھی سمجھتے تھے کہ یہ دعا ہماری ضرور قبول ہوگی۔ اس لئے یہ انشاء ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ ایسا کہنے والے کو کندۂ ناتراش ہی کہیں گے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول کو تاللہ لاکیدن اصنامکم جو باوجودیکہ قسم سے موکد کیا گیا ہے۔ اور انہیں الٰہی نصرت پر پورا یقین تھا۔ کہ وہ ایسا کرینگے۔ ہم خبر نہیں کہہ سکتے بلکہ نحویوں کے نزدیک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ بھی انشاء ہے۔ کیونکہ اس میں قسم کھائی گئی ہے۔ جو کہ انشاء کی ایک قسم ہے۔ تو حضرت اقدسؑ کی دعا کو کوئی قرینہ نکال کر خبر کہنا اور اس پر آپ کے کذب کا نتیجہ نکالنا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔

اور پھر لطف یہ ہے کہ جس قرینہ پر یہ ریت کی بنیاد اٹھائی گئی ہے وہ خود انشاء ہے۔ یعنی حضرت اقدسؑ نے یہ تحریر کرنے کے بعد کہ "اگر میں کذاب ہوں۔ تو آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ اور اگر میں سچا ہوں۔ تو آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ آگے دعا کی ہے۔ کہ الٰہی تو ایسا کر۔ ایسا کر۔ یہ شرطیہ جملے ہیں اور ان کے تالی انشائات ہیں۔ اور وہ شرطیہ جملے جن کے تالی انشائات ہوں۔ کیونکہ منطقیوں کے نزدیک حکم ہمیشہ تالی پر لگتا ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا الفاظ مقدم ہوئے اور دعا تالی وہ بالاتفاق انشائی جملے کہلاتے ہیں۔ جیسے وان جاھداك علٰی ان تشرك بی فلا تطعھما یہ جملہ انشائیہ ہے۔ پس دو انشائیہ جملے ایک انشاء کو خبر بنانے میں کس طرح مؤید ہو سکتے ہیں۔

اور اس پر مولوی صاحب کا یہ نتیجہ مرتب کرنا کہ مرزا صاحب نعوذ باللہ کاذب تھے۔ اس لئے مجھ سے پہلے فوت ہو گئے یہ بالکل غلط ہوا۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ کے نزدیک کاذب کا صادق سے پہلے مرنا مطلق نہیں بلکہ مقید بقید مباہلہ ہے۔ جیسا کہ حضورؑ فرماتے ہیں "یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے ...... ہم نے تو یہ لکھا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے ...... ہاں جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچے کی زندگی میں ہلاک ہوا کرتا ہے" (الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

اور مولوی ثناء اللہ نے مقابلہ پر دعا کرنے سے بدیں الفاظ انکار کر دیا تھا کہ "یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے"

(اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۶)

پس معلوم ہوا۔ کہ حضرت اقدسؑ کا فوت ہو جانا اور مولوی ثناء اللہ کا زندہ رہنا حضرت اقدسؑ کے صدق پر قطعاً بد اثر نہیں ڈالتا۔ کیونکہ مولوی صاحب کو تو مقابل پر آنے کی جرأت ہی نہ ہوئی اور مباہلہ فریقین کی آمادگی پر ہے یکطرفہ نہیں۔

اب ہم قارئین کرام کے سامنے مولوی ثناء اللہ صاحب کے مسلّمہ خبریہ جملے رکھ کر ان سے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ اور وہ حقیقۃً خبریہ جملے ہوں گے۔ جن کا انکار مولوی صاحب کبھی نہیں کر سکیں گے۔ اسی پرچہ اہلحدیث میں لکھا ہے "کہ خدا تعالیٰ جھوٹے دغاباز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے" (۱) مولوی صاحب کو چونکہ لمبی عمر اور مہلت ملی ہوئی ہے۔ جس پر انہیں ناز بھی ہے۔ اس لئے وہ ج۔ د۔ م۔ ن ہوئے۔ اور آگے لکھا ہے "تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی بُرے کام کر لیں" (۲) مولوی صاحب کو چونکہ مہلت ملی ہوئی ہے اس لئے وہ بُرے کام کرتے ہیں۔ مولوی صاحب نے لکھا تھا۔ تمہاری اس تحریر کو کوئی دانا منظور نہیں کر سکتا لیکن اب اسے منظور کرتے ہوئے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ اس لئے نتیجہ یہ نکلا۔ کہ وہ دانا نہیں ہیں۔ اسی طرح پہلے لکھا تھا کہ تمہاری یہ دعا کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں ہو سکتی۔ اب اسے فیصلہ کن بتاتے ہیں۔ لہذا انہیں بے ...... نہ کہا جائے اور کیا کہا جائے۔ چونکہ آخری فیصلہ کے متعلق مفصل بحث گذشتہ پرچہ اخبار فاروق میں ہو چکی ہے۔ اس لئے اس مضمون میں اختصاراً صرف جملہ انشائیہ پر بحث کی ہے۔ اگر اس کے متعلق مولوی صاحب نے مزید کچھ لکھا تو اس کا جواب پھر انشاء اللہ العزیز دیا جائے گا۔

مگر اس مضمون کو ختم کرنے سے قبل مولوی صاحب کے دو اور اعتراضوں کا جواب بھی غیر مناسب نہ ہوگا۔ ایک تو یہ کہ حضرت اقدسؑ نے اپنے تمام مخالفین کو ان العدا صاروا خنازیر الفلا۔ و نساءھم من دونھن الاکلب کہہ کر انہیں سؤر اور کتیاں کہا ہے۔ حالانکہ اس کے آگے حضرت اقدسؑ نے خود لکھا ہے کہ یہ کن کے متعلق ہے۔ فرماتے ہیں۔ سَبّوا وما ادری لای جریمۃ۔ (نجم الہدیٰ) انہوں نے گالیاں دیں۔ اور میں نہیں جانتا کہ کس جرم میں دیں۔ یہ ان لوگوں کے متعلق ہے۔ جن کا شعار گالیاں دینا اور بے ہودہ بکواس کرنا ہے۔ اور ایسوں کو تو قرآن کریم بھی اولٰئك كالانعام بل ھم اضل کہتا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تو شر من تحت ادیم السماء فرمایا ہے۔ پس یہ اعتراض بھی باطل ہوا۔

دوسرا اعتراض۔ حضرت اقدسؑ کی کتاب تحفہ ندوہ کی ایک عبارت پر کیا ہے۔ کہ قرآن مجید کی اس آیت وان یك كاذبا فعلیہ كذبه وان یك صادقا یصبكم بعض الذی یعدكم کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ اگر (موسیٰؑ) سچا ہے تو پھر بعض تم میں سے اس کی پیشگوئیوں کا نشانہ بنیں گے (تحفۃ الندوہ صفحہ ۲) اس میں بعض جو مرفوع (فاعل) ہے اس کا ترجمہ مرزا صاحب نے مفعول بہ کیا ہے"

(اہلحدیث ۶ نومبر ۱۹۳۶ء)

اور پھر اس پر حضرت اقدسؑ کی عدم قابلیت کی پھبتی اڑائی ہے۔ ہمیں حیرت آتی ہے کہ ایسے اعتراض کرنے والے کو جاہل کہیں یا دھوکہ خوردہ۔ دھوکہ باز کہیں۔ یا فریب کار۔ کیونکہ اول تو حضرت اقدسؑ نے اس آیت کا ترجمہ نہیں کیا۔ بلکہ ما حصل اور مفہوم ادا کیا ہے۔ جو بالکل صحیح ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اس ما حصل میں "بعض تم میں سے" کے فقرہ کو بعض الذی کا ترجمہ سمجھ لینا کسی صورت میں بھی درست نہیں۔ کیوں کہ یہ تو مولوی ثناء اللہ بھی نہیں سمجھتے کہ حضرت اقدسؑ کو اتنا بھی معلوم نہ ہو کہ بعض مرفوع فاعل کو منصوب (مفعول بہ) نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اور دوسرے یہ کہ جب یصبکم میں کم ضمیر موجود ہے تو اس کا ترجمہ بعض

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تم سے ہو سکتا ہے۔ اور حضرت اقدسؑ نے اسی کا ترجمہ مدنظر رکھا ہے۔ اور اگر یہ بات مولوی صاحب نہ سمجھیں۔ کہ کم جو عام خطاب ہے۔ اس کا ترجمہ بعض کیسے ہو تو ہم سمجھا دیتے ہیں۔ کہ یہ منطقیوں کی اصطلاح میں قضیہ مہملہ ہے اور قضیہ مہملہ بعضیہ کے حکم میں ہوتا ہے پس یہ اعتراض تو کچھ بھی نہیں۔ محض تعصب کا مظاہرہ ہے۔ یا اپنے روحانی باپ مولوی محمد حسین بٹالوی کا جنہوں عجب فعل کا لام صلہ نہیں آتا اعتراض کر کے اپنی جہالت کا ثبوت دیا تھا۔ پورا تتبع کیا ہے

مولوی صاحب نے اسی ضمن میں جملہ انشائیہ وغیرہ کی بحث کرتے ہوئے لکھا تھا۔ کہ حضرت مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کے سوا اس کو اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ حالانکہ یہ ایسی معمولی بات ہے جس کو نحو اور منطق کی بالکل ابتدائی کتابیں پڑھنے والے بھی جانتے ہیں۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مولویصاحب کی علمیت کا معیار کتنا بلند ہے ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں ملاں۔

کار طفلاں تمام خواہد شد

دراصل مولوی صاحب چند کلیاں اور جزیاں یاد کر کے اپنے آپ کو عالم سمجھ بیٹھے ہیں۔ اس لئے محض تکبر اور انانیت کی بناء پر وہ کسی دوسرے کو عالم سمجھنے میں پس و پیش کرتے ہیں۔ اور ان کے حق کو قبول نہ کرنے کی بھی یہی وجہ ہے جسے کہ عبدالعزیز صاحب سکرٹری جمعیت اہلحدیث مرکزیہ بہار نے فتنہ ثنائیہ کے صلا پر لکھا ہے "کہ مولوی ثناءاللہ صاحب ہمیشہ تعلی اور استکبار سے کام لینے کے عادی ہیں۔ اور اسی لئے آج تک حق کو قبول نہیں کر سکے"

بالآخر مولوی صاحب امرتسر کے متبعین سے التماس ہے۔ کہ وہ خوف خدا کو دل میں رکھ کر اس معاملہ پر غور کریں۔ تو یقیناً ان کی سچی راہنمائی ہوگی۔ والسّلام۔ خاکسار عبدالرحمٰن مبشر مولوی فاضل جامعہ احمدیہ قادیان دارالامان

پیغامی مشن

نبوّت مسیح موعود علیہ السّلام کا استحکام

اور

منکرین نبوّت مسیح موعود علیہ السّلام کا استیصال

اہل پیغام کی فطرت مسخ ہو چکی ہے۔ اور حسد و عداوت کی آگ نے نہ صرف ان کو بلکہ ان کے مکانوں تک کو جلا دیا ہے۔ ہر ایک پیغامی جماعت احمدیہ کی ترقی اور استحکام اور سرلشکر و سپہ سالار حضرت محمود ایدہ الودود کو دیکھ کر احرار سے بھی زیادہ جل رہا ہے۔ اس لئے احرار اور اہل پیغام اس وقت ہر دو بزعم خود "قادیانی نبوت کے قصر میں تزلزل" پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ عطاء اللہ شاہ بخاری جو کل کہتا تھا۔ کہ مرزائیت ہندوستان سے مٹ گئی۔ اور ظفر علی مدیر احسان جو کل لکھ رہے تھے۔ "کہ قادیانیت بستر مرگ پر" مرزائیت دم توڑ رہی ہے" آج اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ عطاء اللہ شاہ بخاری ناکام ہو کر کہتا ہے۔ "کہ میں جب تک زندہ رہوں گا۔ قادیانی نبوت کے قصر میں تزلزل پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہونگا" (تقریر لاہور ۲۶ ستمبر گویا اپنی ناکامی کا خود اقرار کر رہا ہے کہ ابھی تک وہ کچھ نہیں کر سکے۔

مگر اہل پیغام بھی جو اس موقعہ کے منتظر رہتے ہیں۔ پھر باہر نکلے۔ اور انہی کے پس خوردہ پر منہ مارنے لگے۔ چنانچہ پیغام صلح یا بالفاظ حضرت خلیفة المسیح اوّلؓ "پیغام جنگ" ۷، ۱۵ اکتوبر میں "قادیانی نبوت کی قصر میں تزلزل" کے عنوان سے جناب غلام نبی صاحب مسلم بی اے" کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ جن میں یہ بتلایا گیا ہے۔ کہ "قادیانیوں کی خانہ ساز نبوت کا طلسم ٹوٹ چکا ہے" "قادیانیوں کی خانہ ساز نبوت کچھ دنوں کی مہمان ہے" وغیر ذلک من الخرافات۔ مگر خدا کے فضل سے یہ ایک ایسا طلسم ہے جو نہ صرف احرار تو کیا اہل پیغام کے سروں پر بھی رات دن بھوت کی طرح سوار رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احرار کے اخبارات اور اہل پیغام کا "پیغام" بے فائدہ متواتر اوراق سیاہ کرتا رہتا ہے۔

ان مضامین کا خلاصہ مطلب یہ ہے (۱) کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اگر نبی مانا جائے۔ تو ختم نبوۃ ٹوٹتی ہے۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا ہے کہ نزول مسیح ناصری کے عقیدہ سے ختم نبوت ٹوٹتی ہے (۲) جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثرت مکالمہ و مخاطبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور جنہیں اللہ تعالیٰ علوم غیبیہ معارف قرآنیہ اور مبشرات سے بکثرت بہرہ ور فرماتا ہے۔ انہیں اصطلاح شریعت میں محدث کہتے ہیں۔ (۳) حضرت صاحب نے ابتداء سے انتہاء تک اپنی کتب میں دعویٰ کیا۔ کہ میں پہلے مجددوں کی طرح اس صدی کا مجدد ہوں اور چونکہ اللہ تعالیٰ سے مجھے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف حاصل ہے اس لئے محدث ہوں" (۷ اکتوبر کالم ۲)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۴) حضرت صاحب کا اصل دعوٰی تو منصب تجدید پر سرفراز ہونے کا تھا۔ جس کا ایک ثبوت کتبہ بھی تھا (کتبہ پر مفصل مضمون پہلے لکھا جا چکا ہے محمد شریف) مسیح ہونا تو مصلحت زمانہ کے لحاظ سے تھا۔ یعنی صرف نام دیا گیا تھا۔ (۵) بعض مبایعین نے آپ کو قبل از اختلاف محدث لکھا (۶) حضرت اقدسؑ نے ہمیشہ نبوت سے انکار کیا (نشان آسمانی ص۲۸)

ناظرین کرام یہ وہ باتیں ہیں جن کو پیش کر کے گویا مسلم صاحب نے یہ سمجھ لیا۔ کہ "قادیانی نبوت کے قصر میں تزلزل" پیدا ہو گیا ہے۔ مگر میں آپ کے سامنے یہ حقیقت واضح کر دوں گا۔ کہ یہ سب باتیں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کے بالکل خلاف اور اصحاب الاخدود کے افترآت ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ

چنانچہ میں پہلے اہل پیغام کے افتراء اور اس کے نیچے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ تحریرات جو پیغام کی تحریر کے صریح خلاف ہے درج کرتا ہوں جس سے ناظرین خود بخود نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔

مسلم بی اے

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اگر نبی مانا جائے تو ختم نبوت ٹوٹتی ہے۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ نے غیر احمدیوں کو مخاطب کر کے بار بار فرمایا ہے "تم لوگ نزول مسیح کو آسمان سے مان کر ختم نبوت کے دروازہ کو توڑ رہے ہو۔ اور آج قادیانی ہیں۔ کہ ان مخالفین کی ہمنوائی کرتے ہوئے حضرت صاحب کے دلائل کو عملی رنگ میں توڑنے کی سعی کر رہے ہیں۔" (پیغام صلح ۷ راکتوبر کالم ۱)

---

(۲) جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثرت مکالمہ و مخاطبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور جنہیں اللہ تعالیٰ علوم غیبیہ معارف قرآنیہ اور مبشرات سے بکثرت بہرہ ور فرماتا ہے انہیں اصطلاح شریعت میں محدث کہتے ہیں۔.. (۳) نبی کا کام چونکہ شریعت لانا ہوتا تھا۔ اور چونکہ قرآن کے بعد کسی شریعت کی ضرورت نہیں رہی اس لئے نبوت کی بجائے محدثیت رکھ دیا ہے۔"

(۷ راکتوبر ۳۶ء کالم اول)

---

(۴) حضرت صاحب نے ابتداء سے انتہاء تک اپنی کتب میں دعوٰی کیا ہے۔ کہ میں پہلے مجددوں کی طرح اس صدی کا مجدد ہوں۔ اور چونکہ اللہ تعالےٰ سے مجھے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف حاصل ہے۔ اس لئے محدث ہوں۔"

(۵) حضرت صاحب کا اصل دعوٰی تو منصب تجدید پر سرفراز ہونے کا تھا۔ مسیح ہونا تو مصلحت زمانہ کے لحاظ سے تھا۔ یعنی صرف نام دیا گیا تھا۔"

(۷ راکتوبر کالم ۳)

(۶) "حضرت اقدسؑ نے ہمیشہ نبوت سے انکار کیا"

(نشان آسمانی ص۲۸) (پیغام ۱۱ راکتوبر)

اس کے خلاف

از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۱) "میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں۔ کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں۔ بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے۔ جس کا روحانی افاضہ میرے شامل حال ہے۔ یعنی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمدؐ اور احمدؐ سے مسمی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی۔ یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی اور اس طور سے خاتم النبیین کی مہر محفوظ رہی کیونکہ میں نے انعکاسی اور ظلی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔ اگر کوئی شخص اس وحی الٰہی پر ناراض ہو۔ کہ کیوں خدا تعالےٰ نے میرا نام نبی اور رسول رکھا ہے۔ تو یہ اس کی حماقت ہے۔ کیونکہ میرے نبی اور رسول ہونے سے خدا کی مہر نہیں ٹوٹتی*۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۲) "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں صلے اللہ علیہ وسلم۔ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔" کیونکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمدؐ تک ہی محدود رہی۔ یعنی بہرحال محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا نہ اور کوئی۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص۵)

"اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا۔ تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا

---

*حاشیہ۔ یہ کیسی عمدہ بات ہے۔ کہ اس طریق سے نہ تو خاتم النبیین کی پیشگوئی کی مہر ٹوٹی۔ اور نہ امت کے کل افراد مفہوم نبوت سے جو آیت لا یظهر علیٰ غیبہ کے مطابق ہے۔ محروم رہے۔ مگر حضرت عیسےٰؑ کو دوبارہ اتارنے سے جن کی نبوت اسلام سے چھ سو برس پہلے قرار پا چکی ہے۔ اسلام کا کچھ باقی نہیں رہتا اور آیت خاتم النبیین کی صریح تکذیب لازم آتی ہے۔ اس کے مقابل پر ہم صرف مخالفوں کی گالیاں سنیں گے۔ سو گالیاں دیں۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔" منہ (قد صدقت یا نبی اللہ فی الواقعہ پیغامی ہمیں گالیاں دیتے ہیں محمد شریف)

(ایک غلطی کا ازالہ ص۲)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نام محدث رکھنا چاہیئے۔ تو میں کہتا ہوں تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار امر غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب ہے۔

اور نبی ایک لفظ ہے۔ جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے۔ یعنی عبرانی میں اس لفظ کو نابی کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں خدا سے خبر پاکر پیشگوئی کرنا۔ اور نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعہ سے امور غیبیہ کھلتے ہیں پس میں جبکہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں۔ کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں۔ تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کرسکتا ہوں۔ اور جبکہ خود خدا تعالےٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں۔ تو میں کیونکر رد کردوں۔ یا کیونکر اس کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں"۔

(ایک غلطی کا ازالہ صـ۳)

---

(۱) ایک غلطی کا ازالہ کی ایک عبارت اوپر گزر چکی۔

(۲) "غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیا اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی"۔

(حقیقۃ الوحی صـ۳۹۱)

لے حاشیہ حقیقۃ الوحی صـ۳۹۱ "دو کئی لاکھ" (محمد شریف)

(۱) "میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں"۔ (آخری مکتوب ۱۹۰۸ء)

(۲) "دنیا میں ایک نبی آیا" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۳) "جری اللہ فی حلل الانبیاء یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں"۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

(۴) "میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کرسکتا ہوں۔ اور جبکہ خود خدا تعالیٰ نے یہ میرے نام رکھے ہیں تو میں کیونکر رد کروں۔ یا کیونکر اس کے سوا کسی سے ڈروں"۔ (ایک غلطی کا ازالہ صـ۳)

(۵) "اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا۔ کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے ...... مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر مجھے نبی کا خطاب دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی"۔

(حقیقۃ الوحی صـ۱۵۰)

(۶) "وما کنا معذبین حتےٰ نبعث رسولاً۔ پس اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہی مسیح موعودؑ ہے"۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صـ۶۵)

مسلم صاحب کا دعویٰ نمبر ۶ کی تردید اوپر گذر چکی ہے

(۲) نبوت کا اقرار بھی ہے انکار بھی ہے۔ اس کی توجیہہ پڑھو۔ "جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا"۔ (ایک غلطی کا ازالہ صـ۷)

باقی رہا آپ کا یہ لکھنا کہ بعض مبائعین مثلاً میر محمد سعید صاحب حیدر آبادی نے لکھا ہے کہ سید محمد احسن صاحب نے اگر فی الواقعہ رجسٹر بہشتی مقبرہ میں آپؑ کو نبی لکھا ہوتا۔ تو پھر مبائعین ... کی تردید میں القول الممجد اور اظہار النصائح کیوں لکھتے۔ مگر یہ نہیں سوچا کہ مولوی محمد علی صاحب اگر سینکڑوں دفعہ نبی لکھ کر اور شائع کر کے اب مجدد کی رٹ لگا رہے ہیں۔ تو مولوی محمد احسن صاحب کا کن لوگوں میں شمار۔ (محمد شریف) مفتی محمد صادق صاحب۔ مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب قاضی محمد یوسف صاحب نے آپؑ کو صرف محدث لکھا۔

(۱۲ اکتوبر)

اما الجواب۔ ان ہر سہ بزرگوں نے تو آپ کا ناک میں دم کردیا۔ اور مبائع ہوکر آپ کے لئے کوئی مفر نہ چھوڑا۔ مگر خدا کے لئے یہ بتلائیں۔ کہ کیا کبھی آپ نے ریویو آف ریلیجنز ۱۹۱۴ء تک کا مطالعہ کیا ہے۔ کیا اس میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت اقدسؑ کو نبی بار بار لکھا ہے یا محدث ؎

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

یا کبھی صحیفۂ آصفیہ مؤلفہ خواجہ کمال الدین صاحب مطالعہ کیا۔ یا کبھی یہ اعلان بھی پڑھا ہے جو آج سے ۲۲ سال قبل پیغام صلح میں آپ کے اکابرین کے دستخطوں سے شائع ہو چکا ہے کہ ہم حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو اس زمانہ کا رسول اور نجات دہندہ یقین کرتے ہیں"۔

برادران کرام آپ نے مندرجہ بالا سطور سے یہ معلوم کرلیا ہوگا۔ کہ "قادیانی نبوت کے قصر میں تزلزل" پیدا ہوا ہے یا اہل پیغام کے ایمان میں تزلزل پیدا ہوا ہے یا بالکل رخصت ہی ہوگیا ہے۔ فقط والسلام۔

(خاکسار۔ چودھری محمد شریف مولوی فاضل)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی مشن!

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور بد اندیش مخالفین"

محبوب حقیقی جب کبھی عین وقت پر اپنے مقدس انبیاء کو اصلاح خلق کے لئے مبعوث فرماتا رہا۔ ہاں ایسے ناگفتہ بہ حالات میں جبکہ اسلامی دنیا پر ایک عالمگیر ظلمت چھا چکی ہوتی ہے کوئی متنفس بھی ایسا دکھائی نہیں دیتا جو خدائے ذوالجلال کے آستانہ پر اپنی جبیں نیاز کو حقیقی والہیت اور سچی عقیدت کے جذبات سے جھکانے والا ہو۔ بلکہ روز بروز تاریکی اپنا تسلط جمانے میں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی میں مصروف ہوتی ہے۔ ان خطرناک حالات میں بجائے اس کے کہ تاریکی کے فرزند خدا کے ان برگزیدوں کو نعمت عظمیٰ تصور کر کے قدر کی نگاہ سے دیکھیں اور ان کے ہر فرمان کو حکم الہٰی گردان کر سر تسلیم خم کرنا اپنا نصب العین قرار دیں۔ وہ حتی الامکان اپنے تمام ساز وسامان کے ساتھ ان کی مخالفت کرنے اور ان پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی ٹھان لیتے ہیں۔ لیکن وہ خدا جو ہمیشہ ہی اپنے فرستادوں کا پشت پناہ رہا ہے۔ اس کی غیرت جوش میں آتی ہے۔ وہ نہیں چاہتا۔ کہ یہ پاکیزہ وجود اور قیمتی موتی ان ناپاک ہاتھوں سے تکلیف اٹھائیں۔ چنانچہ اپنی اس مقدس وحی کے مطابق کہ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا الآیۃ۔ وہ ان مقربان بارگاہ الہٰی کے لئے زمینی بھی نشان دکھاتا ہے۔ اور آسمانی بھی تا ظلمت پسند اشخاص اپنی آنکھیں کھولیں۔ اور ان عالم روحانیت کے اولوالعزم تاجداروں کی طرف متوجہ ہو کر ابدی سعادت کے وارث ٹھہریں۔ اور خالق حقیقی سے ایسا ارتباط اور تعلق پیدا کریں۔ جو کبھی بھی محو نہ ہونے والا ہو۔ محبت و الفت کے ساز سے ایسے راگ الاپیں اور ایسے دلکش ترانے گائیں۔ جن کا اثر لوح قلب سے ابد الآباد تک نہ مٹ سکے۔ غرضیکہ وہ ظلمت کدہ ان روشن آفتابوں کی نورانی شعاعوں سے پوری طرح منور ہو جائے جس کے کسی کونے میں بھی تاریکی نظر نہ آئے بلکہ نور کی خوبصورت اور دلفریب قندیلیں زمین کے چپہ چپہ کو روشن کرتی ہوئی دکھائی دیں اور خدائے قدوس کی عظمت اور جلال بیّن طور پر اہل دنیا پر ثابت ہو جائے اور وہ اس بات کو بھی تہ دل سے یقین کر لیں۔ کہ یہ خدا کے پیارے انبیاء در ثمین ہیں جن کی حفاظت کرنا اور جن کے ہر فرمان پر سر جھکا دینا ہر ارشاد کی تعمیل کرنا ہمارا فرض ہے۔ خواہ جان پر کھیل جانے سے ہی کیوں نہ حاصل ہو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو عالم اسلامی میں عزت دیتا اور ان کو ذی شان مراتب پر سرفراز کرتا ہے کہ لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔ جو ان کے اشاروں پر اپنی جانیں۔ اپنے مال اپنی اولادیں یہاں تک کہ ہر ذرہ کو قربان کرنا عین سعادت خیال کرتے ہیں۔ اور محبت بھرے حقیقی جذبہ سے محسوس کرتے ہیں۔ کہ وہ لیلائے مقصود جس کے حصول کی خاطر۔ اور اس سے ہمکنار ہونے کی تڑپ میں کئی قومیں دامن اجل میں پوشیدہ ہو گئیں۔ آج ہم کو رب السموات کی کمال مہربانی اور

فقید المثال عنایت سے حاصل ہوا۔ جس کی حفاظت میں اپنی ہر عزیز سے عزیز چیز کو قربان کرنا ہماری خوش نصیبی اور فرخندہ اختری ہے۔

محترم قارئین۔ اس صحیح اصل اور قرآنی معیار کے عین مطابق حبیب خدا کے اس بلند اقبال فرستادہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت جسارت پوری مستعدی۔ اور حقیقی شجاعت سے ایک گمنام بستی میں بیٹھ کر اس بات کا اعلان کیا۔ کہ میں خدا سے ہمکلام ہوتا ہوں۔ اس نے مجھے میرے آقا رسول عربی (فداہ امی و ابی) صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے عین مطابق اس صدی کا مجدد اور مصلح بنا کر تا ایک دنیا کی اصلاح کے لئے سرزمین قادیان سے مبعوث فرمایا ہے۔ اور مخالفین اسلام کے مقابلہ میں مدافعت کا کام بھی میرے سپرد کیا ہے تا کہ اگر ایک طرف میں اس امت کی پاسبانی کروں۔ اور ان کو محبت الہٰی کے جانگداز ترانے سنا کر انہیں سچے عشق اور ولولہ کی چنگاری سلگاؤں۔ وہاں میرا یہ بھی کام ہے۔ کہ میں غیر اقوام کا پوری مستعدی سے مقابلہ کر کے اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کروں اور لیظہرہ علے الدین کلہ کا صحیح فوٹو اہل دنیا کے سامنے پیش کروں۔ اور یہ کہ مجھے اپنے مقتدا اور پیشوا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقام نبوت ملا ہے۔ کسی نئی شریعت کے ساتھ نہیں بلکہ آپ کی غلامی میں کمال تک پہنچنے کے ساتھ اور اپنے ہر ذرہ کو حضور سرور کائنات صلعم پر قربان کر دینے کے ساتھ ان تمام تر فیوض و برکات کا منبع میرے مقتدا اور پیشوا حضرت محمد مصطفیٰ کی ذات مستجمع الصفات ہے۔ ہاں میں اس کا صحیح پرتو ہوں۔ اور محمدی نقوش کا بہترین عکس ہوں۔ تا اہل دنیا کو بتاؤں کہ وہ قرآن پاک وہ بہترین صحیفہ آسمانی اور خدا کا آخری پیغام جو تمہاری کامیابی وکامرانی کے حصول کا ذریعہ تھا۔ بالکل بھول چکے ہو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ احادیث جو ہر لمحہ تمہارے لئے مشعل راہ کا کام دیتی تھیں اب تم محض اپنے قلوب کے زنگ آلود ہو جانے کی وجہ سے اور اس کے بہترین حقائق پر اطلاع نہ پاسکنے کی وجہ سے پس پشت ڈال چکے ہو۔ ہاں وہ قبلہ جو تم سب کی توجہات کے پھیرنے کا ایک مرکز تھا۔ اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے غرضیکہ ان تمام امور سے پہلوتہی اختیار کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ جو تمہیں خدائے حقیقی کے ساتھ صحیح تعلق پیدا کرنے اور منزل مقصود تک پہنچانے کے واحد اجارہ دار تھے۔

کون تھا جو آپ کے اس دعویٰ پر خاموش بیٹھ رہتا۔ اور رسول عربی (فداہ امی و ابی) صلعم کے کئی سو سال پہلے فرمائے ہوئے ارشادات کو پیش نظر رکھ کر اس مسیح موعود و مہدی معہود اور "امن کے شہزادے" کے آگے زانوئے ادب تہ کرتا۔ کوئی جہت بھی ایسی نہ رہی تھی جس کی طرف سے مخالفت و معاندت کی ہولناک آوازیں نہ بلند ہوئی ہوں۔ دنیا میں ایک شور برپا ہو گیا۔ مسیح کی مسکین بھیڑیں اس صلح و آشتی کے دیوتے کے لئے خونخوار بھیڑیئے بن گئیں۔ اور اپنے دانت پیسنے شروع کر دیئے۔ جبہ پوش پیکر مکر و فریب علماءِ سُوء اپنے ذلیل ترین زمینی علم کے گھمنڈ میں غیظ و غضب کے ایک غیر منقطع جوش کے ساتھ اس آسمانی وجود کی طرف اپنی گردنیں اٹھا کر دیکھنے لگے۔ غرضیکہ خدا کے پیارے پر ہاں نہایت ہی پیارے پر طرح طرح کے مصائب و شدائد کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا۔ جو خدا کے اس پیارے کی قدر کرتا۔

اس اولوالعزم تاجدار کی عزت پر خطرناک حملے کئے گئے۔ قتل کے منصوبے سوچنے میں ان یہودی صفت "علماء ھم" نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اس پر ہر ممکن طریق سے مقدمہ چلا کر عدالتوں میں کھینچا گیا۔ اس کے پیروؤں کو المناک تکالیف پہنچانے اور وحشیانہ طور پر خون بہانے کو انہوں نے بہترین روحانی غذا تصور کیا۔ غرضیکہ انہوں نے اپنے ترکش حقد و عناد میں کوئی بھی تیر ایسا نہ چھوڑا۔ جس کو حتی المقدور استعمال کر دینے میں انہوں نے کوئی کمی چھوڑی ہو۔ اور سر بلندی کا شاندار معیار قرار نہ دیا ہو۔

مگر کیا اہل دنیا کی یہ تمام معاندانہ روش اور مخالفانہ سرگرمیاں خدائے قدوس کے اس پاک بندے کو کچھ ضرر پہنچا سکیں۔ اور اس کے پائے ثبات میں حرکت تک دینے میں بھی کامیاب ہو سکیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ پیارا مسیح موعود خدا تعالیٰ کے کئی سال پہلے فرمائے ہوئے زبردست الہام کے مطابق کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا" ان بے نظیر کامیابیوں سے نوازا گیا۔ اور اُن عظیم الشان ترقیات کا وارث ٹھیرا جس کا اعتراف سلسلہ کے بدترین دشمن بھی کرتے ہیں۔

بد اندیش مخالفین نے جتنی کوششیں کیں۔ اور خدا کے اس پیارے کی پرشوکت آواز کو دبانے کی مساعی عمل میں لائیں۔ وہ اسی قدر پورے استقلال اور قوت سے اپنے دعویٰ نبوت کے اظہار کرنے میں بڑھتا گیا۔ اور اسی کو اپنی پاکیزہ زندگی کا ماحصل قرار دیتے ہوئے نہایت واضح اور کھلے الفاظ میں اعلان فرمایا۔ کہ

"خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھیرایا ہے۔ اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔ میں آدم ہوں۔ میں شیث ہوں۔ میں نوح ہوں۔ میں ابراہیم ہوں میں اسحٰق ہوں۔ میں اسمٰعیل ہوں۔ میں یعقوب ہوں میں یوسف ہوں۔ میں موسےٰ ہوں۔ میں داؤد ہوں۔ میں عیسےٰ ہوں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں۔ یعنی ظلی طور پر محمدؐ اور احمدؐ ہوں

(حقیقۃ الوحی صہ۷۲ حاشیہ)

پھر مخالفین کی نیست و نابود کر دینے والی پیہم کوششوں کو دیکھتے ہوئے فرمایا۔

"دنیا مجھ کو نہیں پہنچانتی۔ مگر وہ مجھکو جانتا ہے۔ جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ اُن لوگوں کی غلطی اور سراسر بد قسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں۔ جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔

اے لوگو۔ تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک میرے ساتھ وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں۔ یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے تمہارے ناک گھس جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں۔ تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا۔ اور نہیں رُکے گا۔ جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرلے۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے منہ اور ہوتے ہیں۔ اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا۔ جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور مکذبین کے درمیان فیصلہ کر دیا۔ اسی طرح وہ اب بھی فیصلہ کریگا"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صہ۱۳)

معزز قارئین:۔ اب ایک محقق کے لئے سوچنے کی بات ہے کہ باوجود اس عالمگیر مخالفت و معاندت کے خدا کے اس جلیل القدر فرستادہ کا دن بدن کامیابی و کامرانی کے دیدہ زیب لباس میں ملبوس ہونا اور فتح و ظفر کے بلند ترین مینار پر گامزن ہونا اور سعید ارواح کا جوق در جوق سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو کر اپنی غلامی اختیار کر کے عین سعادت اور فخر محسوس کرنا۔ اور پھر حضور کا مخالفین کو جوش دلانے کے لئے اعلان پر اعلان کرنا کہ آؤ اگر تم میں طاقت ہے تو مجھے مٹا کر تو دیکھو۔ میرے ساتھ وہ طاقت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے جو تم سب کو دم بھر میں نیست و نابود کر دے گی۔ اس کی ایک قہری تجلی تم کو تباہ و برباد کر دینے کے لئے کافی ہوگی۔ آپ کا دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی کرنا کس قدر روحانیت افزا منظر ہے۔

پس اے وہ لوگو جو اب تک نا خبر ہیں ہو۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے میں ایک بے معنی اور مبہم سوچ میں ہو۔ اٹھو کہ اب انتظار کی سب گھڑیاں منقطع ہو گئیں۔ اس فرستادہ کے لئے محبوب حقیقی نے سینکڑوں نشان دکھلائے۔ جن کی صداقت کے کروڑوں انسان گواہ ہیں۔ لیکھرام عبداللہ آتھم۔ ڈوئی امریکن۔ سعد اللہ لدھیانوی۔ یہ سب وہ عبرتناک نشان ہیں۔ جن کی نسبت ربّ السمٰوٰت نے حضرت اقدس ؑ کو قبل از وقت اطلاع دی تھی۔ اسی طرح طاعون کی آمد۔ جنگ یورپ کا برپا ہونا۔ طوفان اور زلازل کا زمین کو تہ و بالا کرنا یہ سب اس قادر و توانا خدا کی قدرت کے کرشمے ہیں جو خدا نے اپنے پیارے فرستادہ کو قبل از وقت بتلا دیئے تھے۔ اور دنیا کی کروڑوں نگاہوں نے ان سب کو پورا ہوتے دیکھا۔

پس خوش نصیب ہیں وہ جو تعصّب کے پردوں کو چاک کر کے اس کی صداقت کو پہچانیں اور اس کی غلامی میں داخل ہو کر ابدی زندگی کے وارث ہو جائیں ؎

(احقر۔ ملک نذیر احمد ریاضؔ مولوی فاضل جامعہ، قادیان)

مفید معلومات

دہ پند سود مند

لنڈن کے طبی رسالے "گڈ ہیلتھ" میں مندرجہ ذیل ہدایات غسل کے متعلق شائع ہوئی ہیں:۔

(۱) کھانا کھانیکے بعد دو گھنٹے تک سارے جسم کو پانی میں ڈبونا یا پورے بدن کا غسل نہ کرنا چاہئے۔ ایسا کرنیسے خون اندرونی اعضاء سے واپس لوٹ آئیگا۔ جہاں ہضم میں مدد دینے کیلئے اسکی ضرورت تھی۔

(۲) ہفتے میں کم سے کم دو مرتبہ گرم پانی اور صابن سے نہا لینا چاہیئے تاکہ جسم صاف رہ سکے۔ گرم پانی میں دس سے بیس منٹ تک بیٹھنا صابن کا آزادانہ استعمال اور زور زور سے بدن کا ملنا ضروری چیزیں ہیں۔ اُس کے بعد گرم پانی سے نکل کر تھوڑا ٹھنڈا پانی بدن پر ڈالا جائے اور تیز ہاتھ سے بدن کو ملا جائے

(۳) بہت تیز گرم پانی سے بجز ایسی صورت کے طبیب نے ہدایت کی ہو اور اس کی نگرانی میسر ہو۔ ہرگز نہ نہانا چاہیئے۔

(۴) اگر جلد قدرتی طور پر خشک ہو۔ اور اسے بہ آسانی خراش پہنچ جاتی ہو تو بہت ہی نرم اور مسکن صابون استعمال کرنا چاہیے۔ زیادہ تیز گرم پانی سے نہ نہانا چاہیئے اور غسل کے بعد جسم پر ذرا سے تیل کی مالش کر لینی چاہیے۔

(۵) عمر رسیدہ آدمیوں کو جلدی جلدی نہانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور تیز گرم یا تیز سرد پانی سے انہیں پرہیز کرنا چاہیے۔

(۶) نیم گرم ہوئے پانی سے شب کے وقت غسل کرنا بہتر ہے۔ بیس سے ۳۰ منٹ تک ایسے پانی میں رہنے سے جسم کے عضلات ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور اچھی نیند آتی ہے۔

(۷) سرد پانی سے گرم کمرے کے اندر غسل کرنا چاہیے جن لوگوں میں سرد پانی سے نہانے پر رد عمل اچھا ہوتا ہے ان کے لیے ایسے غسل مفید ہیں اچھے رد عمل کے یہ معنے ہیں۔ کہ نہانے کے بعد جسم فوراً گرم ہو جائے جلد پر سرخی اور چمک آجائے اور غسل کرنیوالا فرحت اور تازگی محسوس کرے۔

(۸) گرمی کے موسم میں بار بار غسل کرنا چاہیے اس موسم میں غدود زیادہ کام کرتے ہیں۔ اور مادہائے فاسد پسینے کیساتھ نکل کر جلد کے اوپر جمع ہو جاتے ہیں۔

(۹) ہوا میں جسم کو کھول کر ہوائی غسل لینے سے بڑی فرحت ہوتی ہے۔ اور جلد میں جو حرارت جسم کو صحیح رکھنے کا نظام ہے اسکی تربیت ہوتی ہے

(۱۰) بنیان اور تولیہ ہر شخص کو اپنا اپنا استعمال کرنا چاہیے۔ اور یہ چیزیں بہت صاف رہنی چاہئیں

امراض اور ہندوستان

ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ میجر جنرل سر جان میگا ڈائرکٹر جنرل انڈین میڈیکل سروس نے ہندوستان کے مختلف صوبہ جات سے امراض کے متعلق اعداد و شمار فراہم کئے تھے۔ ان اعداد و شمار کے متعلق یہ تو یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بالکل صحیح ہی ہیں۔ لیکن اتنا ضرور ہے۔ کہ انہیں قریب قریب صحیح خیال کیا جا سکتا ہے۔ ہندوستان کی آبادی پینتیس کروڑ تیس لاکھ ہے اور جنرل میگا کے حساب کے مطابق اس آبادی میں مختلف امراض سے ذیل کی تعداد میں لوگ بیمار ہوا کرتے ہیں۔

نام مرض	مریضوں کی تعداد
ملیریا	۵ کروڑ سے ۱۰ کروڑ تک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سوزاک	۷۵ لاکھ	
آتشک	۵۵ لاکھ	
شب کوری (رتوند)	۲-۳ لاکھ	(تقریباً)
کساح (ہڈیوں کی نرمی)	۲۳ ″	
اندھاپن	۲۰ ″	
سل (پھیپھڑوں کی)	۱۵ ″	
سل (دیگر اعضاء کی)	۶ ″	۶۰ ہزار
جذام	۷ ″	۵۰ ″
پیدائشی خرابی دماغ	۳ ″	۳۰ ″
فتور عقل	۲ ″	۵۰ ″

امراض کے ان ہیبت ناک اعداد و شمار کے متعلق جنرل میگا کا خیال ہے۔ کہ اس کثرت کے اسباب حسب ذیل ہیں۔

(۱) ہندوستانیوں کو ادنےٰ درجہ کی اور ناکافی خوراک ملتی ہے۔

(۲) انسانی معیار زیست جو ہونا چاہیئے۔ ہندوستانیوں کی زندگی کا معیار اس سے نصف سے بھی کم ہے۔

(۳) ایسی حالت میں کہ جب مسلسل طور پر دس سال سے بارش میں کوئی کمی نہیں ہوتی ہے ہر پانچ گاؤں میں سے ایک میں برابر قحط رونما ہوتا رہا ہے

(۴) اموات کی اس قدر کثرت کے باوجود آبادی میں برابر اضافہ ہو رہا ہے اور خوراک اور دیگر ضروریات کی بہم رسانی کی بہ نسبت مردم شماری میں اضافہ کی رفتار بہت تیز ہے۔

(۵) کمسن لڑکیاں کہ جن کی ابھی اسکول جانے کی عمر ہی ہوتی ہیں۔ زبردستی بیاہ دی جاتی ہیں اور انہیں ماں بننا پڑتا ہے۔ اور ان میں سے بہت سی حمل اور وضع حمل کی نذر ہو جاتی ہیں۔

(۶) ہیضہ۔ پلیگ اور چیچک رات دن پھیلتے رہتے ہیں۔ اور ملیریا تو بیشتر حصۂ ملک میں بارہوں مہینے موجود رہتا ہے۔

(۷) سب سے بڑی مصیبت یہ ہی کہ ملک کے تعلیم یافتہ طبقہ کی توجہ صورت حالات کی اس نزاکت کی طرف مبذول ہونے کی بھی کوئی علامت نہیں پائی جاتی۔ کم سے کم یہ تو ضرور ہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ انہوں نے کوئی معقول تجویز اس مصیبت کو ٹالنے کی نہیں سوچی ہے ✦

دُنیا بھر کی سالانہ اموات

مغرب کی زندہ دلی مشہور ہے اور کیوں نہ ہو۔ ثروت سے طمانیت اور طمانیت سے زندہ دلی قدرتاً وابستہ ہوتی ہیں۔ جب ان کو فارغ البالی و خوشحالی میسر آجاتی ہے۔ تو پھر نئے نئے مشاغل بھی سوجھنے لگتے ہیں۔ اور نئی نئی باتیں بھی سمجھ میں آنے لگتی ہیں۔ پس اگر آج فارغ البالی و ثروت کا کوئی دنیا میں واحد اجارہ دار ہے تو صرف مغرب۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ ہر روز سواد مغرب سے ایک نہ ایک نیا علمی شگوفہ چھوٹتا رہتا ہے۔ اور اخبار کی ہر اشاعت کسی نہ کسی نئی و نرالی کامرانی کی نوید و خوشخبری لاتی رہتی ہے۔ اگر وہاں کچھ لوگ سائنٹفک تحقیقات میں مصروف ہیں۔ تو کچھ نت نئی معلومات بہم پہنچا رہے ہیں۔ بعض زندہ دل ایسے بھی موجود ہیں۔ جنہوں نے انواع و اقسام کے اعداد و شمار ہی فراہم کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ اور اپنی عمر کا ایک گرانبہا حصہ اسی خبط میں رہ کر گذار رہے ہیں۔

چنانچہ موخر الذکر طبقہ میں سے ایک صاحب "لارڈ جرائی" انگلینڈ کے مشہور محقق نے صرف سالانہ اموات کے بہت دلچسپ و قابل غور اعداد و شمار فراہم کئے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ لارڈ صاحب موصوف کا یہ تحقیقی کارنامہ بہت کچھ قابل قدر و لائق ستائش ہے۔ اور اس تگ و دو میں جوان کا قیمتی وقت صرف ہوا ہوگا۔ اس کی تلافی ناممکن ہے۔ بہرحال ہم اپنے معزز ناظرین کی ضیافت طبع اور توسیع معلومات کے لئے ان اعداد و شمار کو بجنسہٖ اور نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ یہاں نقل کریں گے ✦

عام اموات

(۱) تمام دنیا کے اندر ایک سال میں (۲۳ ملین[1]) اموات ہوتی ہیں۔ جن میں بوڑھے۔ بچے۔ جوان۔ مرد۔ عورت سب شامل ہیں۔ لیکن وہ اموات جو کسی جنگ کے سلسلہ میں واقع ہوتی ہیں۔ اس شمار سے ماسوا ہیں

(۲) ایک دن میں تمام دنیا کی اموات کا شمار (۱۰۱۴۱۹ نفر) ہے۔

(۳) ایک گھنٹہ میں (۷۶۷ ۳ نفر) اشخاص اس دنیائے فانی کو خیرباد کہتے ہیں۔

(۴) ایک منٹ میں ½ ۶۲ انسان داعی اجل کو لبیک کہتے ہیں۔

اموات بلحاظ عمر

(۱) مندرجہ بالا اعداد میں سے ¼ حصہ ان اشخاص کا ہے۔ جو سات سال کی عمر تک پہونچتے پہونچتے دنیا کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔

(۲) اور ما بقی میں سے نصف اموات ایسی ہوتی ہیں۔ جو ستره سال کی عمر تک واقع ہو جاتی ہیں۔

(۳) ایک فی ہزار ایسی موت ہوتی ہے۔ جو سو سال تک پہنچ کر واقع ہو۔

(۴) اور ۷۰ سال کی عمر تک پہنچ کر مرنے والوں میں ؟

(۳۴) فی ہزار قائدین ملت اور عمائد سیاست

(۴۰) فی ہزار زراعت پیشہ اشخاص۔

(۳۳) فی ہزار مزدور پیشہ۔

(۳۲) فی ہزار ملازمان فوج۔ بشرطیکہ وہ کسی جنگ میں کام نہ آجائیں۔

(۲۹) فی ہزار علماء اور مہندسین

(۲۶) فی ہزار اساتذہ و مدرسین۔

(۲۴) فی ہزار اطباء و معالجین کے اعداد معلوم ہوئے ہیں ✦

---

[1] ایک ملین دس لاکھ کا ہوتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سانپ کے کاٹے کا علاج

سانپوں کے متعلق لوگوں میں بہت سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہر سانپ کو زہریلا خیال کر لیا جاتا ہے۔ اور اکثر آدمی بے زہر کے سانپ کے کاٹنے سے بھی صرف خوف کی وجہ سے مر جاتے ہیں۔ اخبار اسٹیٹسمین نے مسٹر بارکلے کا ایک مفید اور پر از معلومات مضمون شائع کیا ہے۔ اس کے اقتباس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ (ایڈیٹر)

سانپوں کے متعلق عام طور سے لوگوں کی واقفیت محدود ہے۔ اور اسی ناواقفیت کی وجہ سے ایک بڑی تعداد ہر سال ان کا شکار ہوتی رہتی ہے۔ ہندوستان میں ہر سال بیس ہزار آدمی سانپ کے کاٹنے سے مرتے رہتے ہیں برازیل BRAZIL میں اس طرح مرنے والوں کا سالانہ اوسط پانچ ہزار ہے۔ لیکن جو لوگ جانبر ہو جاتے ہیں۔ ان کی تعداد اس سے کئی گنی زیادہ ہے۔ افریقہ میں بھی لوگ نہایت کثرت سے سانپ کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔

سانپ از خود بہت کم حملہ کرتے ہیں۔ وہ اسی وقت حملہ کرتے ہیں۔ جب انہیں چھیڑا جاتا ہے۔ یا ان پر حملہ کیا جاتا ہے۔ ان کے حملہ آور ہونے کا خاص سبب غذا کا فراہم کرنا ہوتا ہے۔ تمام سانپ گوشت خوار ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان کے ہاتھ پیر نہیں ہوتے۔ جن سے وہ اپنے شکار کو گرفتار کر سکیں۔ اس لئے اسے مسلم نگل جانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بڑے جانوروں پر جنہیں وہ نگل نہیں سکتے۔ حملہ نہیں کرتے۔

بے زہر کے سانپوں میں تیزی اور چستی زیادہ ہوتی ہے۔ ان کے کاٹنے سے چھوٹے تیز اور ہموار دانتوں کی چار قطاروں کے نشانات جلد پر پڑ جاتے ہیں۔ یہ نشانات ہلکے ہوتے ہیں۔ اور ان سے خون نکلنے لگتا ہے۔ اس زخم کے علاج کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اسے خوب صاف کر کے اور جراثیم کو دور کر کے پٹی باندھ دی جائے۔ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ زخم زہریلا نہیں ہے صحت جلد ہو جائیگی۔

زہریلے سانپ بھدے اور سُست ہوتے ہیں۔ اور دن کے وقت کہیں چھپے ہوئے پڑے رہتے ہیں۔ وہ اکثر تقریباً اندھے ہوتے ہیں۔ ان کے کاٹنے سے دو گہرے نشانات پڑ جاتے ہیں۔ جو ایک دوسرے سے کسی قدر فاصلے پر ہوتے ہیں اور ان سے دو ایک قطرہ خون نکل آتا ہے۔ یہ نشانات سانپ کے زہریلے دانتوں کے ہوتے ہیں۔ زخم کے زہریلے ہونے کی علامتیں یہ ہیں۔ کہ وہ مقام سُوج جاتا ہے۔ وہاں کے خون میں انجماد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور آخر میں رعشہ محسوس ہونے لگتا ہے۔ لیکن زہریلے سانپوں کے کاٹنے سے موت واقع ہونا ضروری نہیں ہے۔ بہت کچھ اس امر پر منحصر ہے۔ کہ زہر کس مقدار میں خون میں پہنچا ہے۔ اور مریض میں قدرتی طور پر قوت مدافعت کتنی ہے۔ زہریلے سانپ کا بہترین علاج یہ ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو سانپ ہی کے زہر کا تیار کردہ سیرم انجکشن کے ذریعہ سے جسم میں داخل کیا جائے۔ اور اگر ممکن ہو تو یہ سیرم اسی قسم کے سانپ کا ہو جس نے کاٹا ہے۔ اگر سیرم دستیاب نہ ہو سکے۔ تو مسٹر بارکلے کے تجربے کے موافق کامیاب طریقہ علاج یہ ہے۔ کہ مریض کو آرام کرنا چاہیئے۔ اس کے کپڑے ڈھیلے کر دیئے جائیں اور جہاں تک ممکن ہو اسے خاموش رکھا جائے۔ اس کی قوت مدافعت برقرار رکھنے کے لئے تھوڑی دیر بعد کچھ گرم دودھ۔ گوشت یا جائے وغیرہ دے دی جائے۔ زخم کو ٹھنڈا رکھنے کے علاوہ اور کوئی علاج ایسی حالت میں نہ کرنا چاہیئے۔

بچے کے متعلق

بالعموم دو یا تین مہینے سے پہلے بچے اپنا سر تکیے سے نہیں اٹھا سکتے اور پانچ مہینے سے پہلے ان میں اتنی طاقت نہیں کہ بیٹھے رہ سکیں۔

چھٹے مہینے سے پہلے بچہ جب روتا ہے تو کسی نہ کسی تکلیف ہی کے باعث روتا ہے۔ خواہ مخواہ شرارت سے رونے کی قابلیت اس میں اس عمر سے پہلے نہیں ہوتی۔

جو بچہ اپنی ماں کے دودھ سے پرورش پاتا ہے۔ اس کے جسم میں بیماریوں کی مدافعت کی قوت ان بچوں سے تین گنی زیادہ ہوتی ہے۔ کہ جو باہر کے دودھ سے پلیں۔ بیماریوں میں مبتلاء ہو جانے کے بعد بھی باہر کے دودھ سے پلے ہوئے بچوں کے لئے۔ ان کا دودھ پینے والے بچوں کی بہ نسبت موت کا خطرہ تین گنا زیادہ ہے۔

یہ اصول غلط ہے۔ کہ بچہ جب روئے اسے فوراً دودھ دے دیا جائے۔ صحیح طریقہ یہ ہے۔ کہ اسے دودھ پلانے کے اوقات مقرر ہوں۔ اور روئے یا نہ روئے اسے دودھ انہی مقررہ وقتوں پر پلایا جائے۔

ہر مرتبہ دودھ پلانے کے بعد بچہ کا منہ اندر سے صاف کر دینا بہت ہی ضروری ہے۔ ذرا سا صاف کپڑا پانی میں بھگو کر انگلی کے ذریعہ سے اس کے منہ میں پھیر دینا کافی ہے۔ اس کے بعد اگر انگلی یا پھریری سے ذرا سا گلیسرین اور سہاگہ (بورکس گلیسرین) لگا دیا جائے۔ تو اور بھی اچھا ہے۔

اگر کوئی بچہ گندے اور میلے ماحول میں پرورش پا کر تندرست اور توانا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اتنی خرابیوں کے باوجود وہ تندرست رہا۔ نہ یہ کہ ان خرابیوں کی وجہ سے اس کی تندرستی قائم ہے۔

بچے کا دودھ گرمیوں میں نہ چھڑانا چاہیئے اس موسم میں بعض اوقات غذا کی خفیف سی تبدیلی بھی معدے کی بڑی بڑی خرابیاں پیدا کر دیتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک تندرست بچہ کو چوبیس میں سے اٹھارہ یا بیس گھنٹے سونا چاہیئے۔

بچے کو اگر ہر وقت ہلاتے اور کُدا تے یا جھولا جھولاتے رہیں۔ تو بچہ خوش مزاج اور خاموشی پسند نہیں رہ سکتا۔ اسے اسی بات کی عادت ڈالدینی چاہیئے۔ کہ قدرتی طریقہ پر تھپکے اور ہلائے بغیر سو جایا کرے۔ اور وہ یقیناً اسی طرح سو جایا کرے گا ؛

خطیب کو چند طبّی مشورے

تقریر و خطابت کے لئے جتنی ضرورت وسعتِ معلومات کی ہے۔ اسی قدر جسمانی تندرستی اور اعضاء اصوات کی ممارست کی بھی ہے یعنی ایک خطیب جس طرح اپنی تقریر کو کامیاب بنانے کے لئے معلومات جمع کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ اور جس طرح مطالعۂ کتب اور فراہمی مواد کو اپنی تقریر کی تیاری سے تعبیر کرتا ہے۔ اسی طرح آلات صوت کی تقویت اور ممارست بھی مقرر کی تیاری میں داخل ہے۔ اگر کوئی خطیب صرف معلومات کا خزانہ جمع کرکے اسٹیج پر آئے لیکن اس کی آواز کی کمزوری اس کے اعضائے اصوات کے ضعف پر دلالت کر رہی ہو تو کہا جائے گا کہ یہ خطیب خطابت کی استعداد نہیں رکھتا۔ مختصر یہ کہ صرف علمی تیاری کسی خطیب کے لئے کامیابی کا ذریعہ نہیں۔ بلکہ وہ اپنی تقریر کو کامیاب بنانے کے لئے اعضائے صوتیہ کی ممارست کا بہت زیادہ محتاج ہے ؛

یہ احتیاج کس طرح پوری کی جائے؟ ذیل کی سطریں اسی سوال کا جواب ہیں۔

یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے۔ کہ آواز حسب عادات متغیر و متنوع ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ دھوبی اور ایسے ہی وہ لوگ جن کے اشغال ایک پیہم اور قوی آواز کے ساتھ جاری رہا کرتے ہیں۔ ان کے اعضائے صوتیہ کی ممارست بہ نسبت ان کار بایروں کے زیادہ ہوتی ہے جو اپنے اشغال خاموشی کے ساتھ جاری رکھتے ہیں نیز اعضائے صوتیہ کی ممارست سے محض انکی ساخت میں تنوع نہیں ہوتا بلکہ الحان و خوش گلوئی میں بھی ایک زبردست تبدیلی نمایاں ہوتی ہے:۔

اس ناقابل انکار حقیقت کے ذکر کرنیسے میرا مطلب یہ ہے۔ کہ خطیب کو اپنی تقریروں میں مواقع کے لحاظ سے مختلف طرز ہائے خطابت کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے اُسے چاہیئے کہ عالمِ تنہائی میں مختلف طرز خطابت کی مشق کرے آواز میں زیر و بم پیدا کرنیکی قدرت حاصل کرے لہجہ کو حسب موقع خوش آیند بنانے کی مہارت پیدا کرے، آواز کو بلند و صاف اور موثر بنانے کا طریقہ سیکھے! اور اس طرح اپنے اعضائے صوتیہ کو مشتاق بنائے۔ کیونکہ آلات صوت، اعضائے تنفس کے بعض حصے میں رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لیے با آواز بلند زیادہ دیر تک بولنے کی مشق سے اگر خطیب عاری رہیگا تو فوراً ہی تقریر کے دوران میں اس کا سانس پھولنے لگے گا۔ اور آواز کی تمام خوبیاں جاتی رہینگی۔ نہ طرز خطابت میں دلکشی باقی رہے گی۔ اور نہ آواز میں تاثیر۔

یہ بھی ایک طبی تجربہ ہے جس کا حنجرہ حجم میں اور سینہ وسعت میں زیادہ ہوگا اسکی آواز بہ نسبت اس شخص کے قوی ہوگی جس کا حنجرہ حجم میں اور سینہ چوڑائی میں کم ہوگا۔ خطیب چونکہ زوردار آواز کا حاجتمند ہوتا ہے۔ اِسلئے اس کا اولین فرض ہے کہ ورزش کے ذریعہ اپنے سینہ کو چوڑا کرے اور اعضائے صوتیہ کو تقویت پہنچائے۔ سینہ کی کشادگی اور اعضاء صوتیہ کی درستگی و تقویت کے لئے بہترین ورزش ترتیل اور بلند آواز سے قراءت ہے نیز عربی کے "اصوات اصلیہ" کا تلفظ، اعضا صوتیہ کے نمو اور حلق اور پھیپھڑوں کے امراض کو روکنے کا ذریعہ ہے یہ چند۔۔۔۔ تدبیریں ہیں جو خطیب کی آواز کو زوردار اور قوی بنانے کے لیئے بڑی حد تک کافی ہیں:۔

نشست و برخاست کی ہیئت بھی آواز پر بہت زیادہ اثرانداز ہوتی ہے۔ چنانچہ جس شخص کے وقوف و برخاست کی ہیئت یہ ہو کہ اس کا سر اور دھڑ دونوں سیدھے رہیں۔ تو تمام سامان تنفس کی حرکات ایک آزادی اور آرام کے ساتھ اپنا کام کرینگی اور آواز نہایت صاف پیدا ہوگی، آپ اسکی جانچ خود کرلیں۔ سر اور ٹھوڑی نیچے ٹکاکر کچھ گائیں، پھر سر کو اٹھاکر اور سیدھے تن کر گائیں آپ کو اعضائے صوتیہ کی حرکات میں بھی اور آواز میں بین فرق محسوس ہوگا۔ بہرکیف مقصود یہ ہے کہ خطیب کو سیدھا اور تن کر کھڑا ہونا چاہیئے تاکہ آلات صوت ریڑھ سے کماحقہٗ مدد حاصل کرتے رہیں۔

یہاں پر یہ نکتہ قابل غور ہے۔ کہ قدرت نے آلاتِ صوت انہیں حیوانوں کو دیئے ہیں جن کے ریڑھ ہے،

خطیب کو میں ایک طبی مشورہ دونگا کہ وہ تقریر کے وقت گلوبند وغیرہ اتار دے اور گلے کا بٹن کھول دے تاکہ حنجرہ اور عضلاتِ عنق ڈھیلے ہو جائیں۔ کیونکہ اوتار صوتیہ جو حنجرہ کے سوراخ کے اندر ہوتی ہے، اور عضلات عنق فرجۃ المزمار کے اتساع میں تغیر پیدا کیا کرتے ہیں۔ اگر کس جائیں۔ تو آواز نہایت دقت سے نکلے گی۔ الحان صوتیہ ناپید ہو جائیں گے۔ اور تاثیرات آواز مفقود۔

ایک طبی مشورہ خطیب کو یہ بھی ہے۔ کہ اگر وہ کسی گرم مکان میں تقریر کرے تو وہاں سے

۴ باہر نکلتے وقت اپنے لباس میں زیادتی کرے۔ تاکہ ہوا کے سرد جھونکے اُسے نقصان نہ پہنچا سکیں ؛ (ماخوذ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیغام صلح کے بیہودہ اعتراضات کے جوابات!

پیغام صلح کی ایک گذشتہ اشاعت میں ایک مضمون چھپا تھا۔ جس میں مضمون نویس صاحب نے ہماری جماعت کے بعض بزرگوں کے ذمہ یہ الزام لگایا ہے۔ کہ نعوذ باللہ وہ بھی پیغامیوں کی طرح حوالجات میں کتر و بیونت سے کام لیتے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ مضمون میں جو دلائل دیئے گئے ہیں وہ کسی حقیقت پر مبنی ہیں۔ یا ضد اور تعصب کے ماتحت محض ایک ناپاک الزام تراشا گیا ہے

مضمون کا ہیڈنگ ہی مضمون نویس کی گری ہوئی قلبی کیفیت اور ذہنی پراگندگی کا آئینہ ہے "قادیانی دجل کا انکشاف" جیسی ناپاک اور سوقیانہ سُرخی لکھنا کیا ایک احمدی کہلانے والے کو سجتی ہے یا احراری منڈی کے کسی خریدار ہی کو زیب دیتی ہے۔ صرف یہیں پر بس نہیں بلکہ "قادیانی نبوت کے قصر میں تزلزل" جیسے بیہودہ ہیڈنگ دیگر پیغام صلح میں مضمون لکھے جا رہے ہیں۔ جو زمیندار یا احسان اخبار کی نقل معلوم ہوتے ہیں۔ خود جن کے امیر یہاں تک کہنے کی جرأت رکھتے ہوں کہ "نہ پہلے مسیح کی الوہیت کی عمارت باقی رہی اور نہ دوسرے مسیح کی نبوت کی عمارت باقی رہے گی" (خطبہ مولوی محمد علی صاحب پیغام صلح ۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء) تو ان کے متبعین سے سلسلہ کی عظمت کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ امیر و مامورین کا سلسلہ سے اتنا بغض اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں اس قدر گستاخی کے مظاہرہ پر بجز انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ پیغامیوں کا اس قدر حد سے تجاوز ان کے نزدیک کمال ہو تو ہو ورنہ ہمارے نزدیک تو ان کے اخلاقی زوال بلکہ موت پر مہر تصدیق ہے۔

کتر بیونت کے الزام کو ثابت کرنے کی کوشش میں پہلا حوالہ جو مضمون نویس نے پیش کیا ہے وہ منن الرحمٰن کے صفحہ ۱ کی ایک لمبی عبارت میں فقرہ لا نبی بعدہ ولا شریک معہ" کے ترجمہ کو درج نہ کرنے کا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں "(نوٹ) کتاب منن الرحمٰن حضرت اقدس کی وفات کے بعد جناب میاں صاحب کے حکم سے چھاپی گئی ہے۔ اور اس عبارت کا ترجمہ کہ اس کے بعد کوئی نبی نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں" یہ بھی غالباً میاں صاحب کے حکم سے ہی حذف کیا گیا ہوگا"۔ (پیغام صلح ۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۱)

مذکورہ بالا عبارت میں دو الزام لگائے گئے ہیں۔ اول یہ کہ "لا نبی بعدہ ولا شریک معہ کا ترجمہ حذف کر دیا گیا ہے۔ گویا اصل مسودہ میں موجود تھا۔ اور بعد میں چھپواتے وقت حذف کر دیا گیا۔ اور دوسرا الزام یہ ہے کہ یہ حذف کرنا جناب میاں صاحب یعنی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہوا ہے۔

(۱) پہلا الزام جو معترض نے حذف ترجمہ کے متعلق لگایا ہے۔ وہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ غور کرنے والی بات ہے۔ کہ جس عبارت کا ترجمہ حذف کیا جاتا ہے۔ اس اصل عبارت کو حذف کرنے میں کونسی روک تھی۔ کیا جس کے حکم سے ترجمہ حذف کیا جا سکتا ہے اصل عبارت کو کیوں نہیں حذف کیا جا سکتا۔ آخر اس میں کونسی حکمت ہے کہ سایہ پر تو پردہ ڈالدیا جائے۔ اور اصل وجود کو ویسے رہنے دیا جائے۔ ترجمہ کو حذف کیا جائے اور اصل الفاظ کو رہنے دیا جائے۔

---

(۲) لا نبی بعدہ کے فقرہ کے آگے ساتھ ہی "انہ خاتم النبیین" کا ترجمہ "اور اس بات میں واحد ہے کہ وہ خاتم الانبیاء ہے" موجود ہے۔ اور خاتم النبیین اور لا نبی بعدہ پیغامیوں کے نزدیک مترادف مفہوم رکھتے ہیں بلکہ خاتم النبیین تو ان کے نزدیک لا نبی بعدہ سے زیادہ اصفیٰ اور اجلیٰ طور پر بندش نبوت پر دال ہے۔ پس جب خاتم النبیین کا ترجمہ موجود ہے۔ تو لا نبی بعدہ کے ترجمہ کو حذف کر دینے سے کونسا فائدہ متصور ہو سکتا تھا۔

(۳) لا نبی بعدہ کا فقرہ اور اس کا ترجمہ حضرت اقدس کی دیگر کتب میں موجود ہے اس کو آج تک کسی نے کیوں حذف نہیں کیا۔ کسی فقرہ کا حذف کرنا تو الگ رہا حضرت امیر المومنین کے عہد مبارک میں حضرت مسیح موعودؑ کی بعض کتب کو دو[illegible] چھپوایا گیا۔ پہلے ایڈیشن میں جو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے کا ہے۔ اس میں بعض جگہ قرآنی آیات کاتب کی غلطی سے غلط چھپ گئی ہیں۔ ان کو بھی درست کر کے نہیں چھپوایا جاتا۔ تاکہ آپ جیسے جلد باز کہیں تحریف کا الزام نہ عائد کر دیں۔ چہ جائیکہ کسی عبارت کی عبارت ہی کو حذف کر دیا جائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۴) معترض نے اس عبارت کے حذف کرنے کی ایک وجہ یہ لکھی ہے۔ کہ عوام الناس عربی سے واقف نہیں ہوتے۔ وہ اردو زیادہ جانتے ہیں۔ اس لئے اردو عبارت کو حذف کر دیا ہے۔ یہ اعتراض بھی بالکل بودہ ہے۔ کیونکہ جس کتاب کی یہ عبارت ہے وہ طبقۂ علماء سے تعلق رکھتی ہے۔ کیونکہ اس میں عربی کو ام الالسنہ ثابت کیا گیا۔ اور اس کے مقابل اپنی کسی زبان کو ام الالسنہ ثابت کرنے والے کو پانچ ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس لئے ایسی کتاب جو مخالف و موافق ہر طبقہ کے علماء کی نظروں سے گذرنی تھی۔ اس میں سے ترجمہ حذف کرنا اور عربی الفاظ رہنے دینا یہ ایسی بات نہیں۔ جو نظروں سے پوشیدہ رہ سکے۔ اور محل اعتراض نہ بن سکے۔ پس اگر کچھ حذف کرنا تھا۔ تو خاص کتاب منن الرحمٰن کو منتخب کرنا تاکہ عوام الناس لا نبی بعدہٗ کے ترجمہ سے نبوت کو بند نہ سمجھ لیں۔ یہ کوئی ایسا نکتہ نہیں جو معترض نے کسی دانائی کے ماتحت نکالا ہو بلکہ محض تعصب اور عداوت کی بنا پر ایسا الزام تراشا ہے۔

(۵) اصل بات یہ ہے کہ لا نبی بعدہٗ سے قبل فکذالک رسولنا المطاع واحد کا فقرہ موجود ہے۔ اور لا نبی بعدہٗ صرف اس کی تاکید کے طور پر حضرت مسیح موعودؑ لائے ہیں۔ اور ترجمہ کرتے وقت پہلے فقرہ کے ترجمہ پر اکتفا فرمایا ہے۔ جیسے کہ اس کا ترجمہ منن الرحمٰن کے صہ۲ پر موجود ہے۔ کہ "اسی طرح ہمارا رسول اس بات میں واحد ہے۔ کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اور اس بات میں واحد ہے۔ کہ وہ خاتم الانبیاء ہے۔"

(۶) اگر کتر و بیونت کا الزام اس عبارت کے متعلق صحیح ہے۔ تو یہ الزام تو نعوذ باللہ حضرت مسیح موعودؑ پر عائد ہوتا ہے۔ جو کسی بھی حالت میں صحیح نہیں۔ اگر معترض یہ جراءت رکھتے ہوں۔ کہ وہ عداوت محمود میں حضرت مسیح موعودؑ کو ملزم گرداننے پر تیار ہوں تو یہ الگ بات ہے۔ دیدہ باید۔

(۷) دوسرا الزام جو یہ لگایا گیا ہے۔ کہ یہ کتاب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کے حکم سے چھاپی گئی ہے۔ اور یہ عبارت بھی حضور ہی کے حکم سے حذف کی گئی ہے یہ بھی بے بنیاد ہے۔ کیونکہ جہاں یہ صحیح ہے۔ کہ یہ کتاب ۲۸ر جون ۱۹۱۴ء میں حضرت امیر المومنین کی اجازت سے بکڈپو نے شائع کی وہاں یہ درست نہیں کہ یہ کتاب حضور کے حکم سے چھپوائی گئی۔ کیونکہ یہ کتاب حضرت مسیح موعودؑ کے وقت ہی سے چھپی ہوئی موجود تھی۔ جس کا امیر پیغام بھی انکار نہیں کر سکتے۔ ہاں صرف ٹائیٹل پیج اب چھپوا کر اسے شائع کر دیا گیا۔ کیونکہ ۱۸۹۵ء میں عربی زبان کو ام الالسنہ ثابت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے یہ کتاب تیار کی اور مخالفین کو انعامی چیلنج دیا۔ اور یہ تبھی ہو سکتا تھا۔ کہ کتاب چھپوا کر ان کو بھجوا دی جاتی۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ اسی کتاب کے صہ۱۲ پر فرماتے ہیں "اور کوئی سنسکرت دان وغیرہ اس بات کو ثابت کر سکتا ہے۔ کہ ان کی زبان بھی ان فضائل میں عربی کی شریک و مساوی ہے یا اس پر غالب ہے تو ہم اس کو پانچ ہزار روپیہ بلا توقف دینے کے لئے قطعی اور حتمی وعدہ کرتے ہیں۔" پھر کتاب کے تیار کرنے کی نسبت فرماتے ہیں "اور واضح ہو کہ یہ کتاب قریباً ڈیڑھ ماہ کی محنت اور کوشش سے ہم نے تیار کی ہے۔ چنانچہ اپریل ۱۸۹۵ء کے کچھ دن گذرے یہ کام شروع ہوا۔ اور مئی ۱۸۹۵ء کو ابھی کچھ باقی رہتا تھا۔ کہ انجام کو پہنچ گیا۔" صہ۱۲ پس مذکورہ بالا حوالہ کی بناء پر ثابت ہوا کہ یہ کتاب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے زمانہ ہی میں چھپ کر مکمل ہو چکی تھی۔ اور حضرت امیر المومنین پر عبارت کے حذف وغیرہ کا الزام تعصب کی بناء پر محض سوء ظنی ہے۔ والظن لا یغنی من الحق شیئا۔

ہاں ایک بات کا جواب اس موقعہ پر معترض کے ذمہ ہے کہ انہوں نے جو ترجمہ لا نبی بعدہٗ ولا شریک معہ کا یہ نشان (" ") جو حوالہ کے لئے لکھا جاتا ہے۔ دیکر اصل حوالہ کے ماتحت لکھا ہے۔ وہ کس مسودہ کتاب کس طبع شدہ کتاب سے نقل کیا ہے۔ اگر وہ اس کا ثبوت نہیں دے سکیں گے۔ تو انہیں اپنے آپ کو "یحرفون الکلم عن مواضعہ" والے گروہ میں شامل سمجھنا چاہیئے۔ ہاں اس سے یہ ضرور ثابت ہوگا۔ کہ وہ اپنے امیر کے کامل متبع ہیں۔ کیونکہ مولوی محمد علی صاحب بھی اس قسم کی کتر بیونت کے عادی ہیں۔ بطور مثال دیکھئے۔ وہ اپنے رسالہ "القول الفصل کی ایک غلطی کا اظہار" میں ایک حوالہ تریاق القلوب کا اسی طرح نشان (" ") دیکر نقل کرتے ہیں جو بالکل بناوٹی ہے۔ جیسا کہ وہاں لکھا ہے۔ "دوسری طرف تریاق القلوب کو دیکھتے ہیں۔ تو اس کی وہ تحریر جس میں لکھا ہے "غیر نبی کو نبی پر فضیلت ہو سکتی ہے۔ جس کے تمام اہل علم اور اہل معرفت قائل ہیں" نشان " " کے اندر آتی ہے" مذکورہ بالا عبارت جو (" ") نشان دے کر دی گئی ہے۔ تریاق القلوب میں بالکل نہیں ہے بلکہ تریاق القلوب میں یہ لکھا ہے۔ کہ "یہ ایک جزئی فضیلت ہے۔ جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ اور تمام اہل علم اور معرفت اس فضیلت کے قائل ہیں" اس کا نام ہے کتر و بیونت اور تحریف کیا معترض صاحب اب بھی ہم پر کتر و بیونت کا الزام لگائینگے۔ یا اپنے گھر کی خبر لیں گے۔ اور اپنی اصلاح کی طرف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

متوجہ ہوں گے۔ دیدہ باید۔

دوسرا حوالہ جو انہوں نے پیش کیا ہے

وہ استاذی المکرم جناب مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی کتاب "میرا عقیدہ دربارہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ" کے صفحہ ۲۰ کا ہے۔ جہاں پر کہ النبوۃ فی الاسلام کے ص۲۸۸ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جسے معترض صاحب اس لئے کترو بیونت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ کہ حضرت مولوی صاحب نے بہت سی عبارت جو اس صفحہ پر اور موجود تھی۔ وہ نقل کیوں نہیں کر دی۔ حالانکہ حوالہ دینے کا مقصد صرف اس قدر ہوتا ہے۔ کہ جو بات اپنے دعویٰ کی تائید میں کوئی شخص کر رہا ہو اور اپنے مدمقابل کو قائل کرا رہا ہو۔ تو اس کی تائید میں وہ مدمقابل کے مسلمات سے کوئی حوالہ پیش کرتا ہے۔ تاکہ اسے انکار کی گنجائش نہ رہے۔ اور وہ حوالہ اسی قدر دینا کافی ہوتا ہے جتنے الفاظ سے اس کی تائید ہوتی ہو۔ زیادہ لمبی عبارات کو درج نہ کرنا محض اختصار کی بناء پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مولوی صاحب نے کیا ہے۔ کہ آپ نے اس بحث میں کہ مولوی محمد علی صاحب جب حضرت مسیح موعودؑ کو ایک دفعہ نہیں بلکہ متعدد بار نبی کے الفاظ سے ملقب کر چکے ہیں۔ تو اب اس کی تاویل اور اس سے ہیر پھیر کیسا۔ جیسا کہ وہ اپنی کتاب النبوۃ فی الاسلام کے ص۲۸۸ پر لکھتے ہیں "جب ہم کسی شخص کو مدعی نبوت کہیں گے تو اس سے مراد یہ ہوگی۔ کہ وہ صرف نبوت کا مدعی ہے۔ یا بالفاظ دیگر کامل نبوت کا مدعی ہے"

اب یہ حوالہ اپنی ذات میں مکمل اور پورا ہے۔ اس میں کترو بیونت کا الزام کیسا۔ ہاں اگر حوالہ دیتے وقت حوالہ ایسا ادھورا ہو کہ کچھ ایسی عبارت نقل کی جائے کہ جس میں بات نامکمل ہو یا اگلی عبارت اس کی تردید کر رہی ہو۔ تب تو ہم اسے کترو بیونت کہہ سکتے ہیں۔ اور اگر اگلی عبارت اس کی مزید تائید کر رہی ہو۔ تو پھر ساری عبارت کا نقل کرنا تضیع اوقات ہوگا۔ جیسا کہ معترض صاحب نے کیا کہ خواہ مخواہ ایک لمبی عبارت دیکر اخبار کا ورق سیاہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ اس سے کچھ نہیں نکلتا۔ بلکہ الٹا تائید ہی نکلتی ہے مگر وہ کترو بیونت جو پیغامی کرتے ہیں وہ حقیقی رنگ میں کترو بیونت ہے۔ کوئی تعصب کی بناء الزام نہیں ہے۔ مثلاً پیغام صلح کی ایک گذشتہ اشاعت میں ایک حوالہ دیا گیا تھا۔ جو حد درجہ کی بددیانتی کا مظہر تھا۔ اخبار بدر ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء کے ص۱۰۲ کالم اول کا حوالہ یہ دیا گیا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ ہر قسم کی نبوت کو بند سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ حضور فرماتے ہیں "محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے۔ کہ نبوت تشریعی جائز نہیں دوسری جائز ہے۔ مگر میرا مذہب یہ ہے۔ کہ ہر قسم کی نبوۃ کا دروازہ بند ہے" اب صرف اتنا حوالہ دیا گیا تھا۔ اور اس سے اگلا فقرہ "مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انعکاس سے جو نبوت ہو وہ جائز ہے" چھوڑ دیا گیا تھا۔ حالانکہ یہی پچھلا فقرہ ہی حضرت مسیح موعودؑ کے مذہب کو واضح کر رہا تھا۔ اور پیغامیوں کے اعتقاد کا تار پود بکھیر رہا تھا اس کا نام ہے کترو بیونت اور بددیانتی۔ مضمون نگار صاحب کو حضرت مولوی صاحب پر کترو بیونت کا غلط الزام عائد کرنے کی بجائے ساری کتاب کو نقل نہ کر دینے کا شکوہ کرنا چاہیئے تھا وبس تیسرا حوالہ بھی اسی قسم کا ہے۔ جو "میرا عقیدہ۔۔۔" کے ص۲۰ کا ہے۔ جہاں پر لکھا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نے اپنی کتاب النبوۃ فی الاسلام کے ص۱۲۰ پر مجاز اور حقیقت کے متعلق ایک اصول لکھا ہے۔ کہ "ہم مجبور ہیں۔ کہ حقیقت کو بلا وجہ مجاز نہ بنائیں اور بالخصوص اس حال میں کہ کھلا کھلا قرینہ موجود ہے کہ یہاں اصل۔۔۔۔ مراد ہے" اس حوالہ میں بھی ایک اصل قاعدہ کلیہ کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ حقیقت کو بلا وجہ مجاز نہیں بنانا چاہیئے۔ اور۔۔۔۔ نقطے والی خالی جگہ پر جو مولوی محمد علی صاحب نے عیسےٰ ابن مریم کے الفاظ لکھے ہیں۔ جن کو چھوڑنے کا الزام معترض نے لگایا ہے۔ وہ ایک جزئی ہے۔ جس پر قاعدہ کلیہ چسپاں کیا گیا ہے۔ اور جزئی کے عدم ذکر سے قاعدہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ تو وہ چیز ہے جو ہر جزئی پر چسپاں ہوتا ہے اور جس کو مختلف جزئیوں پہ چسپاں کیا جا سکتا ہے۔ اس حوالہ کے نقل کرنے سے حضرت مولوی صاحب کا تو صرف اس قدر مقصد ہے۔ کہ جب مولوی محمد علی صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق نبی کے الفاظ تحریر کرتے رہے تو اب لفظ نبی سے مخبر نبی یا محدث مراد لینا بلا قرینہ حقیقت کو مجاز بنانا ہے جو ان کے نزدیک بھی درست نہیں۔

مزید براں معترض صاحب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ جب اس طرح ..... کے نقطے ڈال دیئے جائیں۔ تو اس کا مقصد صرف اتنا ہوتا ہے۔ کہ طوالت یا مقصد سے زائد تصور کرتے ہوئے عبارت ترک کر دی گئی ہے۔ کاش وہ اعتراض کرتے وقت پیغام صلح مورخہ ۳ ستمبر کے ص۱۱ کو ہی ملاحظہ فرما لیتے جہاں پر لکھا ہے کہ "یہی یہ بات کہ ہم نے نقطے لگا کر عبارت کو چھوڑ دیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب تحریر کے کام سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ نقطے لگا کر کسی عبارت کو چھوڑ دینا طوالت کی وجہ سے ہوتا ہے اور نقطے اس بات کی علامت ہوتے ہیں کہ یہاں سے کچھ عبارت چھوڑ دی گئی ہے" اس بناء پر مضمون نگار صاحب کو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ فن تحریر سے وہ بالکل بے بہرہ ہیں۔ اس پر بھی اگر وہ نہ سمجھیں۔ تو مزید اطمینان کے لئے ضمیمہ النبوت فی الاسلام کا ص۹ ملاحظہ کریں۔ جہاں پر توضیح مرام ص۲ اور فتح اسلام صفحہ ۲۸ و ۲۹ کے حوالے نقطے ڈال کر دیئے گئے ہیں۔ کیا وہاں مولوی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محمدؐ علی صاحب بھی کتر و بیونت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اگر نہیں تو ہمیں الزام کیوں دیا جاتا ہے۔ تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ"

چوتھا حوالہ جو کتر و بیونت کے الزام کی تائید میں پیش کیا گیا ہے۔ وہ تشحیذ الاذہان نمبر ۹ جلد ۹ ستمبر ۱۹۱۴ء کے صفحہ ۳۶ کا ہے۔ جہاں پر کہ سعدی صاحب نے ایک مضمون لکھا ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کے عقائد حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ہیں۔ جیسا کہ ان کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ "میں یہ جانتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود شرعی...... اصطلاح میں نبی اور رسول نہ تھے"۔ لیکن اس کے برعکس حضرت مسیح موعودؑ لکچر سیالکوٹ میں فرماتے ہیں۔ جس کا خلاصہ تشحیذ میں درج کیا گیا ہے۔ کہ "ایسے شخص میں ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی محبت اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی عشق ہو۔ ایسے کو اصطلاح اسلام میں نبی کہتے ہیں" الخ۔

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کی اصطلاح میں جو شرعی اصطلاح ہے نبی کی تعریف کیا ہے۔ اور وہ حضرت مسیح موعودؑ پر چسپاں ہوتی ہے۔ اس لئے آپ شرعی اصطلاح کی رو سے نبی ہوئے۔ جس کے مولوی محمد علی صاحب منکر ہیں۔ لہذا وہ مخالف عقیدہ حضرت مسیح موعود ہوئے۔ باقی رہا معترض کا یہ اعتراض کہ بہت سی عبارت چھوڑ دی گئی ہے۔ اور لفظ محدث وغیرہ کا نقل نہیں کیا گیا۔ تو یہ طوالت کی وجہ سے ہے۔ اس لئے خلاصہ عبارت دے دیا گیا ہے۔ اور لفظ محدث کا چھوڑ دینا صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ حضرت اقدسؑ کے منصبوں میں سے ایک منصب ہے جو نبوت کے ماتحت آ جاتا ہے۔ اس کے نقل نہ کرنے سے کوئی حرج نہیں پڑتا۔ ہاں اگر اس کا مفہوم نبوت کے متضاد ہوتا۔ تو پھر الگ بات تھی۔ کہ اگر اس کو حضورؑ کی طرف منسوب کیا جائے۔ تو حضور نبی نہیں رہتے۔ پس یہ بات محل اعتراض نہیں۔

پانچواں حوالہ بھی اسی تشحیذ کے پرچہ کا ہے۔ جو بعینہٖ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۲۴ کا نقل کیا گیا ہے۔ جہاں پر کہ حضورؑ فرماتے ہیں کہ "اسی وجہ سے صحیح بخاری صحیح مسلم اور انجیل اور دانیال اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے۔ وہاں میری نسبت نبی بولا گیا ہے" اور یہ پورے کا پورا بالفاظہٖ کتاب سے نقل کر دیا ہوا ہے۔ اس پر اعتراض تو مضمون نگار نے تنکے کا سہارا لیتے ہوئے کیا ہے۔ اس پر اعتراض یہ ہے کہ اس کے آگے پیچھے والی عبارت کو نقل کیوں نہیں کیا گیا۔ حالانکہ جب خود مضمون نگار نے اصل حوالہ کی سرخی کے ماتحت جو عبارت نقل کی ہے۔ تو خود بھی دو سطر اوپر سے اور چار سطر نیچے سے کل چھ سطریں جو اسی ایک ہی مضمون کے متعلق ہیں۔ چھوڑ دی ہیں۔ کیا وہ اپنے اصول کی بناء پر کتر و بیونت کے ملزم نہیں ٹھیرتے۔ پس معترض نے یہ حوالہ محض نمبر بڑھانے کی خاطر دیا ہے۔ ورنہ بات کچھ بھی نہیں۔ مذکورہ بالا پانچ حوالے جن کے جوابات دیئے جا چکے ہیں۔ مضمون نویس نے پیغام صلح میں لکھنے کے بعد لکھا تھا۔ کہ "نہ خنجر چلے گا نہ تلوار ان سے۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں"۔ گویا ان کا مطلب یہ تھا۔ کہ ان کا جواب کوئی نہیں دے سکتا۔ ہمیں اس کے بالمقابل اس قسم کے کسی بیہودہ دعوے کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں ہم ان سے صرف اتنی التجا کرتے ہیں۔ کہ دوسرے کی آنکھ میں تنکے کا الزام لگانے کی بجائے اپنی آنکھ کا شہتیر صاف کریں۔ اور کتر و بیونت کی عادت چھوڑ کر حق کو قبول کریں۔ وھو المقصود۔

(خاکسار۔ عبدالرحمٰن مبشر۔ مولوی فاضل۔ جامعہ احمدیہ قادیان)

مذہب اور ضبط تولید

اللہ تعالیٰ نے جہاں ہماری ضروریات زندگی کا تمام سامان پیدا کیا وہاں انسان کی روحانی اور اخلاقی تربیت کا سامان بھی مہیا فرمایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً انبیاء اور رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ اور ان پر اپنا منزل کلام نازل فرما کر انسانوں کو تمدنی۔ معاشرتی۔ اقتصادی۔ اخلاقی اور اہلی زندگی کو خوشگوار رکھنے کے قوانین عطا فرمائے غرض مذہب نے ازدواجی زندگی کے متعلق ہدایات دیں۔ جنسی مباشرت کی حدیں مقرر کیں۔ زن و مرد کے حقوق کا احترام سکھایا۔ زنا۔ بدنظری۔ فسق و فجور۔ فاحشات اور عیوب سے مجتنب رہنے کا حکم دیا۔ اور پرہیزگاری اور پاکدامنی کی زندگی بسر کرنے کی ہدایت فرمائی۔

غرض تجرد۔ رہبانیت۔ پرہیزگاری۔ پاکدامنی عصمت۔ عفت۔ پردہ اور حیا وغیرہ سب مذہبی اصطلاحیں ہیں۔ جن کی غرض و غایت صرف یہی ہے کہ عورت و مرد بے محابا مجامعت جنسی سے پرہیز رکھیں۔ اور صرف خاص حدود کے اندر رہ کر اس فعل کو انجام دیں۔ اور اس طرح سے مذہب نے بھی ضبط تولید کی ایک راہ پیدا کی۔

قرآن مجید نے ازدواجی زندگی کو نہایت عجیب پیرایہ میں واضح فرمایا ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط (بقرہ ع ۲۳) وہ تمہارے لئے لباس ہیں۔ اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

امام راغب کہتے ہیں۔ کہ میاں کو بیوی کا اور بیوی کو میاں کا لباس اس لئے قرار دیا کہ وہ ایک دوسرے کی محافظت کرتے اور ایکدوسرے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو امر قبیح کے ارتکاب سے بچاتے ہیں۔ مجاہد اور دیگر سلف نے اس کے معنی سکن کے بھی لئے ہیں یعنے عورتیں مردوں کے لئے سکون اور اطمینان کا موجب ہیں اور مرد عورتوں کے لئے۔ اور قرآن مجید نے خود بھی اس معنی کی تائید فرمائی۔ چنانچہ فرمایا

وجعل منہا زوجہا لیسکن الیہا۔

(الاعراف ۱۸۹) اس سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا تاکہ وہ اس سے سکون پکڑے۔ پھر فرمایا۔

خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا۔ (الروم ۲۱) تمہاری جنس سے تمہاری بیویاں پیدا کیں۔ تاکہ تم ان سے سکون پکڑو۔

اس کے علاوہ خود لباس کی غرض بھی قرآن مجید نے یوں بیان کی کہ:۔ یواری سوآتکم وریشا (الاعراف ۲۶) وہ تمہاری شرمگاہوں کو ڈھانکتا ہے اور تمہاری زینت کا موجب ہے۔ پس ایک لطیف استعارہ میں بتایا کہ میاں بیوی کا تعلق کس طرح ایک دوسرے کیلئے تسکین کا موجب ہے۔ اور کس طرح وہ ایک دوسرے کو ڈھانپتے ہیں مجامعت کے اوقات کو پھر واضح فرمایا اور پاکیزگی کی ہدایت کی اور اس فعل کی غرض و غایت کو بیان کیا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو آیت:۔

ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتی یطھرن فاذا تطھرن فأتوھن من حیث امرکم اللہ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین ہ نساءکم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم (بقرہ ع ۲۸)

اور تجھ سے حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تو کہہ یہ ضرر کی بات ہے۔ پس حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے نزدیک نہ جاؤ۔ یہاں تک کہ وہ صاف ہو جائیں۔ پھر جب وہ غسل کر لیں تو ان کے پاس آؤ جس طرح تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے بیشک اللہ رجوع کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنیوالوں سے محبت رکھتا ہے۔ تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتی ہیں۔ پس جب چاہو اپنی کھیتی میں آؤ۔

اس آیت میں انّٰی شئتم کے معنی ابن عباس نے انّٰی شئتم من اللیل والنہار یعنی جب چاہو رات ہو یا دن تم اپنی بیویوں کے پاس آسکتے ہو۔ کئے ہیں۔ اس آیت میں جہاں ایام کے دنوں میں عورت سے علیحدہ رہنے کا حکم ہے۔ وہاں عورت کو بمنزلہ ایک کھیتی کے بھی کہا ہے اور اشارہ کیا ہے کہ مرد و عورت کے تعلقات کا حقیقی مقصود بقائے نسل ہی ہے۔ اور چونکہ ایام حیض میں علاوہ ضرر کے یہ مقصد بھی حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے ان ایام میں عورتوں سے علیحدہ رہنے کا حکم دیا۔ اس سے دوسری بات جو صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر عورت کھیتی کی طرح بارآور نہیں گویا عقیم ہے۔ یا اس سے پھل اچھا نہیں ملتا۔ تو اس سے بھی بقائے نسل کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

ہم اگر نر و مادہ کی پیدائش اور ان کی نسبت کو صحیفۂ قدرت میں غور سے مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا۔ کہ عورتوں کی پیدائش مردوں کی بہ نسبت اور مادہ حیوانوں کی پیدائش نر حیوانوں کی بہ نسبت بہت زیادہ ہے۔ اور قدرت کے اس فعل کو ہم عبث نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ خود قرآن کریم نے بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

للہ ملک السمٰوٰت والارض یخلق ما یشاء یھب لمن یشاء اناثا و یھب لمن یشاء الذکور ہ او یزوجھم ذکرانا و اناثا و یجعل من یشاء عقیما ہ

(الشعراء ۵۰) اللہ کیلئے ہی آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے۔ یا وہ انہیں ملا دیتا ہے (کچھ لڑکے اور کچھ لڑکیاں دے دیتا ہے) اور جسے چاہتا ہے بانجھ بناتا ہے۔

اس آیت شریف میں پہلے اناث اور پھر ذکور کا ذکر فرمایا۔ گویا اس طرف اشارہ کیا کہ عورتیں مردوں کی بہ نسبت زیادہ ہوا کرتی ہیں۔ اور قدرت نے مرد و زن اور نر و مادہ حیوانوں میں توازن قائم رکھنے کی یہ صورت پیدا کی کہ ایک مرد کو متعدد عورتیں بارآور کرنے کی استعداد ارزانی فرمائی۔ چنانچہ ایک عورت تو زیادہ سے زیادہ ایک سال میں صرف ایک بچہ جن سکتی ہے (اگرچہ اوسط کے لحاظ سے ایک عورت تمام عمر میں صرف چار بچے جنتی ہے) خواہ وہ اس اثناء میں سینکڑوں مردوں سے مجامعت کرے۔ لیکن ایک مرد ایک سال میں اس قدر متعدد عورتوں کو حاملہ کر سکتا ہے جسقدر اسے میسر آسکیں۔ یا بالفاظ دیگر ایک مرد کم از کم ایک سال میں ۳۰۰ بچے بآسانی پیدا کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ عورت ۱۳ سال کی عمر سے لیکر صرف ۴۵ سال کی عمر تک بارآور ہو سکتی ہے۔ لیکن مرد ۱۵ سال کی عمر سے لے کر تا مرگ حاملہ کرنے کی استعداد رکھتا ہے۔

حیوانوں میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ پچاس ساٹھ گایوں یا بکریوں میں جنسی مجامعت کیلئے ایک سانڈ یا ایک بکرے کو کافی سمجھا جاتا ہے۔ کبوتر مرغی اور بٹیر رکھنے والے جانتے ہیں۔ کہ ایک نر دس دس بیس بیس مادہ حیوانوں کیلئے کفایت کرتا ہے۔ اسی طرح جنگلوں میں ایک نر ہرن سینکڑوں مادہ ہرنیوں کو لئے پھرتا ہے وغیرہ۔ بایں ہمہ مذہب تمدن یا سوسائٹی نے ایک لمحہ کیلئے بھی پسند نہیں کیا۔ کہ ایک مرد جس قدر ممکن ہو سکے بچے پیدا کرے۔ بلکہ مذہب نے مجامعت جنسی کیلئے حدود اور قیود مقرر کیں۔ مرد پر بیوی بچوں کی ذمہ واریاں عاید کیں۔ اور اس کی اولاد کو جائز وارث بنایا۔ غرض تقریباً تمام مذاہب نے ایک مرد کیلئے صرف ایک عورت کو زیادہ پسند کیا ہے ہاں اسلام نے جو فطرت کے عین مطابق مذہب ہے بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار بیویوں کی اجازت دی۔ چنانچہ فرمایا۔ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و ربع فان خفتم الا تعدلوا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فواحدۃً ۵ (النساء ع ۳) ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں۔ دو دو تین تین اور چار چار اور اگر تمہیں خوف ہو کہ عدل نہیں کر سکو گے۔ تو ایک ہی۔

اس آیت میں ماطاب لکم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کے لئے پسندیدگی شرط ہے اور جمہور علماء اسلام کا بھی یہی مذہب ہے۔ کہ نکاح کی غرض سے عورت کو دیکھنا جائز ہے۔ لیکن جب سے رواج کی پابندی اس کی مانع ہوتی ہے۔ آئے دن طلاق اور زن و مرد کے منافقات بڑھ گئے ہیں۔

دوسری بات جو ماطاب لکم سے معلوم ہوتی ہے وہ مسئلہ انتخاب زوج ہے۔ گویا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح چھوٹی عمر میں جائز نہیں کیونکہ کم سن بچے میں جنسی احساسات بہت کم ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنی پسندیدگی کا صحیح طور پر اظہار نہیں کر سکتا۔ اور ایسی شادی محبوبہ پسندی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی

اسلام میں بیویوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد چار مقرر ہے۔ اور مثنیٰ و ثلث و ربع کے درمیان واؤ لانے سے مراد ان کا جمع کرنا نہیں۔ گویا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ ایک مرد بیک وقت ۲۔۳ اور ۴ یعنی ۹ بیویاں کرے۔ بلکہ چار بیویوں کو حد مقرر فرمادیا۔ اور چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی۔ اس کے علاوہ یہ حکم نہیں کہ ہر مومن چار بیویاں کرے۔ بلکہ صرف اجازت ہے اور اجازت بھی مشروط بالعدل۔

چنانچہ تاریخ میں مذکور ہے کہ جب نوفل بن معاویہ ایمان لائے۔ تو ان کے ہاں پانچ بیویاں تھیں تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ چار رکھ لو۔ اور ایک کو طلاق دیدو۔

غیلان بن سلمہ ایمان لاتے تو ان کی دس بیویاں تھیں۔ ان کو بھی حضورؐ نے حکم دیا۔ کہ چار رکھ کر باقی کو طلاق دیدو۔

عمیرہ اسدی جب مسلمان ہوئے تو ان کی آٹھ بیویاں تھیں۔ ان کو بھی حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے چار بیویوں کو طلاق دینے کا حکم دیا۔ (ان واقعات کو ترمذی۔ ابن ماجہ۔ بیہقی۔ دارقطنی اور امام احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

غرض یہ آیت اگرچہ تعدد ازواج کو جائز قرار دیتی ہے۔ لیکن اس آیت سے تعدد ازواج کا حکم ہرگز ظاہر نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف اجازت کا جواز ملتا ہے اور یہ اجازت فطرت کے عین مطابق ہے اور اس کی ضرورت بھی ظاہر ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ کا سلسلہ دنیا سے کبھی مٹ نہیں سکتا۔ اور جنگوں میں مردوں کی تعداد ہمیشہ بہت گھٹ جایا کرتی ہے اور عورتوں کی تعداد مردوں سے بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ پس ایسے حالات میں جب پہلے ہی آبادی کم ہو عورتوں کو خاوندوں کے بغیر چھوڑنا گویا عمداً نسل انسانی کو تباہ کرنا ہے۔ اس لئے انسان کو ایک سے زیادہ شادی کی اجازت اسلام نے دی۔ قرآن کریم کی تعلیم کے علاوہ ہر قوم کے بڑے بڑے مقدس اور برگزیدہ لوگوں میں بھی تعدد ازواج کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ حالانکہ اگر تعدد ازواج جائز نہیں تو پھر یہ زنا ہے۔ اور یہ کبھی ممکن نہیں کہ تمام قوموں کے مقدس بزرگ نعوذ باللہ من ذالک ایسے امر کا ارتکاب کریں۔ جو فاحش ہے۔ غرض کسی الہامی کتاب نے تعدد ازواج سے نہیں روکا۔ اس کے علاوہ جن قوموں اور ملکوں میں تعدد ازواج کی مخالفت کی جاتی ہے۔ ان میں زنا اور حرام کاری بہت زیادہ ہے۔ جس سے نہ صرف اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے بلکہ صحت بدنی اور نسل پر بھی ایک گہرا اثر نمایاں ہو رہا ہے۔ چنانچہ آتشک و سوزاک وغیرہ کے مریضوں کی کثرت صرف اسی بے حیائی کے سبب سے ترقی کر رہی ہے اور حقیقت میں بدفعلی اور زنا سے یہ بہت بہتر بات ہے کہ سوسائٹی لوگوں کو تعدد ازواج کی اجازت دے۔

مذہب اسلام نے تعدد ازواج کی اجازت دی لیکن مرد و عورت کے بے محابا خلط ملط کو بالکل رد کر دیا۔ چنانچہ فرمایا۔ اے لوگو جو ایمان لائے اپنے گھروں کے سوائے دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو۔ یہاں تک کہ اجازت لے لو۔ اور ان کے رہنے والوں پر سلام کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ پھر اگر ان میں کسی کو نہ پاؤ۔ تو ان میں داخل نہ ہو۔ یہاں تک کہ تمہیں اجازت دی جائے۔ اور اگر تمہیں کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ۔ وہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اور جو تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔ تم پر کوئی گناہ نہیں۔ کہ تم غیر آباد گھروں میں داخل ہو جاؤ۔ جن میں تمہارا اسباب ہو اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اور جو تم چھپاتے ہو۔ مومنوں کو کہدو۔ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔

یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے اللہ اس سے خبردار ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اور مومن عورتوں کو کہدو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو (عادتاً) کھلا رہتا ہے۔ اور چاہیئے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے باپوں کے یا اپنے خاوندوں کے۔ باپوں کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے یا ان سے جن پر ان کے داہنے ہاتھ مالک ہیں۔ یا مردوں میں سے ایسے خادموں کے جو نکاح کی حاجت نہیں رکھتے۔ (یعنی اختہ غلام یا خواجہ سرا) یا لڑکوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے واقف نہیں (کم سن) اور اپنے پاؤں کو اس طرح زمین پر نہ ماریں کہ جو کچھ وہ اپنی زینت چھپائے ہوئے ہیں۔ وہ معلوم ہو جائے۔ اور اے مومنو! سب کے سب اللہ کی طرف رجوع کرو۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اور چاہیئے۔ کہ وہ جو شادی کا سامان نہیں پاتے اپنے آپ کو بچائے رکھیں۔ یہاں تک کہ اللہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنے فضل سے انہیں غنی کرے (گویا روزے رکھیں۔ یا محنت کریں وغیرہ)

پس قرآن شریف میں عفت اور حیا کی تعلیم دی گئی ہے اور وہ علاج بتائے ہیں۔ جو مسلمانوں کو زنا اور تہمتوں کے مواقع سے بچا سکتے ہیں۔ انہیں میں سے پہلی بات یہ ہے کہ وہ گھروں میں بغیر اجازت کے اور السلام علیکم کہنے کے داخل نہ ہوں۔ کیونکہ ناگہاں دوسرے کے گھر میں داخل ہونے سے بدظنی کے موقع بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اور بدی کے موقعے بھی ہاتھ آتے ہیں۔ اس کے علاوہ انسان اپنے گھر میں ہر وقت ایسی حالت میں نہیں ہوتا کہ وہ پسند کرے کہ دوسرا اسے اس حالت میں دیکھے۔ علیحدگی اور خلوت بھی ہر انسان کا حق ہے۔ جس میں کوئی دوسرا دخل دینے کا مجاز نہیں۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اب یہ اصول اجازت حاصل کرنیکا ترک کر دیا ہے۔ اور یورپ نے اسے لے لیا ہے۔

اجازت کے متعلق جو آداب حضرت نبی کریم صلعم سے مروی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ کہ تین دفعہ اجازت طلب کی جائے چنانچہ ایک دفعہ حضورؐ خود بنفس نفیس سعد بن عبادہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ تو آپ نے السلام علیکم کہا۔ سعد نے اتنا آہستہ زبان سے جواب دیا۔ کہ حضور نے نہ سنا۔ اسی طرح دوسری اور تیسری دفعہ بھی ہؤا تو حضورؐ واپس چلے گئے۔ اس پر سعد حضرت نبی کریم صلعم کے پیچھے دوڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے عمداً آہستہ جواب دیا تھا۔ تاکہ حضورؐ بار بار السلام علیکم فرمائیں۔ کیونکہ سلام بھی ایک دعا ہے۔ تو حضورؐ واپس تشریف لائے۔ اور اہل خانہ کیلئے بہت دعا فرمائی۔ اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا عشق حضور سے کس قسم کا تھا محبت بھی کمال درجہ کی تھی۔ اور سادگی بھی کمال درجہ کی۔ غرض تین دفعہ آواز دینے کا مطلب یہ ہے۔ کہ گھر والوں کو اطلاع مل جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک آواز دی اور وہ آواز کسی نے نہ سنی تو یونہی واپس ہو جائے۔

اجازت کی یہ غرض بذریعہ تحریر یا ملاقاتی کارڈ کے بھی پوری ہو سکتی ہے۔ تاہم بلند آواز سے طلب اجازت دل کو بھی پاک رکھنے والی چیز ہے۔ اور ارتکاب گناہ کی خواہش بھی اس سے دور ہو جاتی ہے دوسرے یہ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم گھر کے دروازے کے عین سامنے کبھی نہ کھڑے ہوتے تھے بلکہ ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہوتے تھے۔ تاکہ گھر کے اندر نظر نہ پڑے اور حدیث سے ثابت ہے۔ کہ جو شخص بغیر اطلاع دوسرے کو جھانکے اسے کنکر مارنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ اپنی ماؤں اور بہنوں کے گھروں میں جاؤ۔ تو بھی اجازت لیکر جاؤ۔ کس قدر پاکیزہ اور سادہ تعلیم ہے جو اسلام نے پیش کی۔ افسوس کہ آجکل اول تو مسلمانوں میں باہم تعلقات محبت کی جگہ بغض زیادہ پھیلا ہؤا ہے۔ پھر اگر کوئی کسی کی ملاقات کیلئے جائے۔ اور وہ اس وقت کسی مصروفیت کی وجہ سے نہ مل سکے تو یہ ہمیشہ کے تعلقات کے منقطع ہونے کیلئے کافی سمجھا جاتا ہے۔ بعض مہاجرین کا قول نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی ساری عمر اس بات کو چاہا کہ وہ کسی سے ملنے جائیں تو انہیں کہا جائے کہ واپس ہو جاؤ۔ تاکہ اس حکم الٰہی کی بھی تعمیل ہو۔ لیکن انہیں ایسا موقع نہ ملا۔

یغضوا۔ میں غض نظر اور آواز میں کمی کی طرف اشارہ ہے۔ جیساکہ قرآن حکیم میں ایک اور جگہ آتا ہے واغضض من صوتك قرآن کریم صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتا۔ بلکہ ہر نیکی پر چلنے کی اور ہر بدی سے بچنے کی راہیں بتاتا ہے چنانچہ بڑی سے بڑی بدیوں سے بچنے کی آسان سے آسان راہیں بتائی ہیں۔ زنا کتنی بڑی بدی ہے اور اسکی ابتدا ہمیشہ چھوٹی ہوتی ہے۔ اور اگر وہاں سے اسے روکا جائے تو اس بدی کا انسداد ہوسکتا ہے۔ زنا کی ابتدا بدنظری ہے۔ لیکن صرف بدنظری سے بچنے کی ہدایت بھی نامکمل ہوتی اگر یہ حکم نہ دیا جاتا۔ کہ مومن مرد اور مومن عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اور زنا سے بچنے اور اپنے عفت کی قوت پیدا کرنے کا یہ ایک مؤثر علاج ہے۔ زنا سے بچنے کا یہ فلسفہ قرآن حکیم سے مخصوص ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ ویحفظوا فروجھم یعنی اس راہ کی حفاظت کریں جس سے زنا کی خواہش پیدا ہوسکتی ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ آنکھوں کا بھی زنا ہے۔ اور کانوں کا بھی اور زبان کا بھی زنا ہے۔ اور ہاتھوں اور پاؤں کا بھی۔ یعنی جب آنکھیں شہوانی نظر سے غیر محرم عورت کو دیکھتی ہیں۔ یا کان جب غیر محرم کی شیریں آواز سے متاثر ہوکر شہوانی تحریک کا باعث ہوتے ہیں تو گویا اس وقت آنکھ اور کان زنا کر رہے ہوتے ہیں وغیرہ۔ اسی لئے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے راستوں پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ اس طرح بھی انسان خواہ مخواہ اپنے آپ کو بدی کے راستہ پر ڈالتا ہے۔

زینت کے متعلق یاد رہے۔ کہ زینت وہ ہے۔ جو انسان کے کسی حال میں عیب کا موجب نہ ہو۔ چنانچہ یہ تین طرح پر ہے۔ زینت نفس جیسے علم۔ اعتقادات حسنہ۔ اخلاق وغیرہ۔ زینت بدنی۔ جیسے قوت۔ طول قامت۔ دل پسند خدوخال خوبصورتی وغیرہ۔ زینت خارجی جیسے مال وجاہ۔ زیور کپڑا وغیرہ۔

اس آیت کے پہلے حصہ میں وہی حکم عورتوں کو دیا ہے۔ جو پہلی آیت میں مردوں کو دیا تھا۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ جس طرح مردوں کو باہر نکلنے کے موقعے پیش آتے ہیں۔ اور انہیں غض بصر کا حکم ہے۔ اسی طرح عورتوں کو بھی باہر نکلنے کے موقعے ملتے ہیں۔ اور وہ باہر نکل سکتی ہے۔ اور جس طرح عورتوں کی نظر مردوں پر پڑ سکتی ہے۔ اسی طرح مردوں کی نظر عورتوں پر بھی پڑ سکتی ہے۔ چنانچہ عورتوں کیلئے اوڑھنی تجویز کی۔ جسے ہم برقعہ یا چادر کہتے ہیں تاکہ وہ اپنی زینت کو چھپا سکیں۔

غرض اسلام نے عورت و مرد کے خلا ملا کو عجیب حکمت سے روکا اور اس سے ضبط تولید کا پہلو اظہر من الشمس ہے ÷ (ہمدرد صحت)

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام چودہری عطاء اللہ خان مولوی فاضل پرنٹر کے چھپوا کر میر قاسم علی ایڈیٹر و پبلشر نے فاروق منزل سے شائع کیا)